جہالتِ ثلاثہ

المعروف

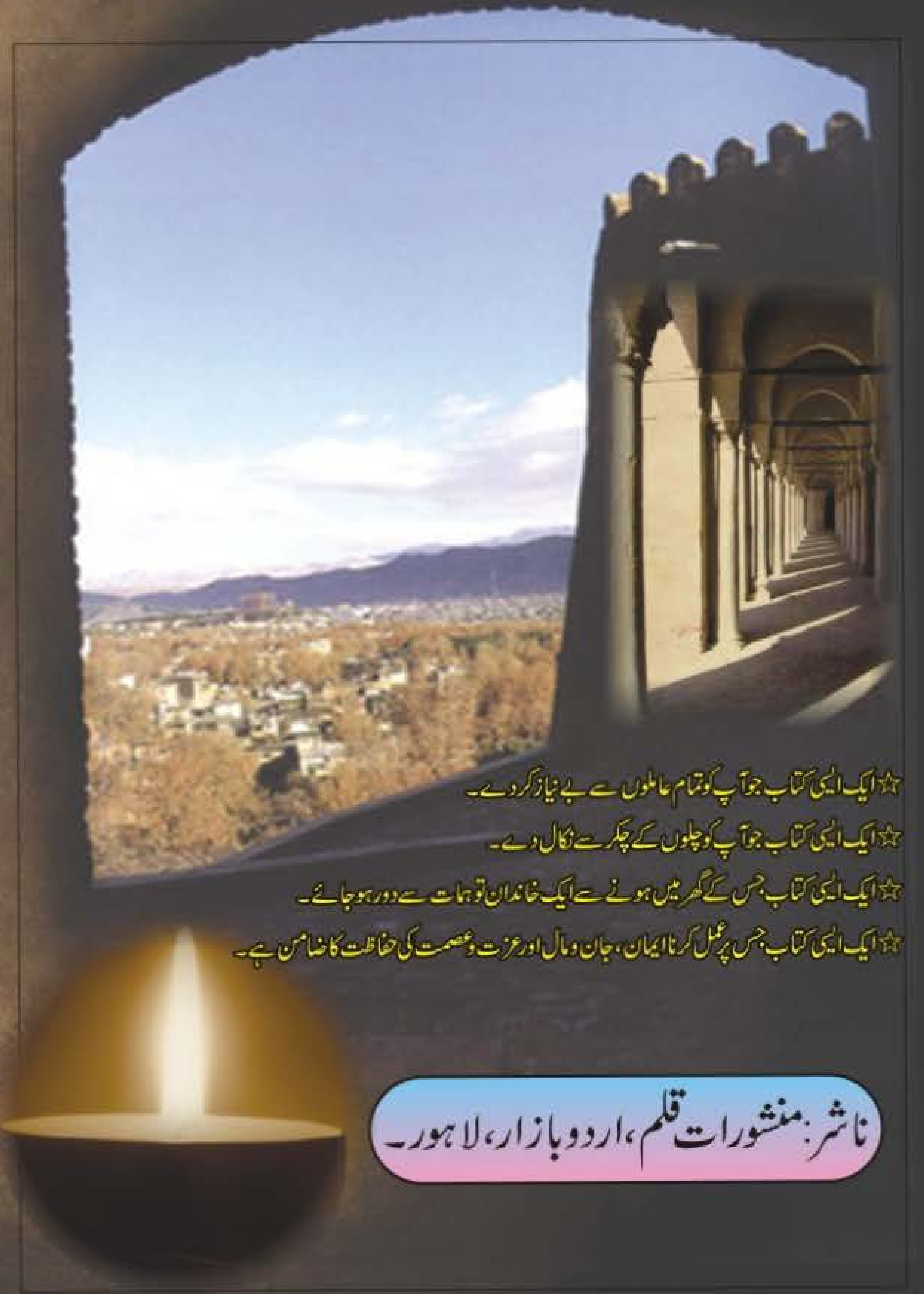
جن جادو اور جہالت

مؤلف

مولانا سید خلیق ساجد بخاری

منشورات قلم
اردو بازار لاہور

جہالتِ ثلاثہ
المعروف
جن جادو اور جہالت



گذشتہ دنوں 280 ارب روپے کے فراڈ میں پکڑے گئے ایک مرکزی کردار نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ جب تک پاکستان میں بیوقوف بننے والے موجود ہیں یہی ہوتا رہے گا۔

اسی تناظر میں ہمارے معاشرے کا ایک کمزور پہلو بھی نظر آتا ہے کہ کم علم ہی نہیں بلکہ اچھے بھلے پڑھے لکھے بھی جنات اور موکلات کے نام سے عقیدت کے مارے دھرے ہو جاتے ہیں۔اس کمزوری کا فائدہ شعبدہ باز اور چرب زبان لوگوں نے خوب اٹھایا۔آج بھی ہر گلی کوچے میں ان کا راج ہے۔جس کی وجہ ہماری اندھی عقیدت ہے۔

ایک خود ساختہ علامہ کی فضولیات آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جن کی دروغ گوئی اور علمیت کا بھانڈا ان کی تحریر نے خود پھوڑ دیا۔موصوف نے نہ تو کسی دینی مکتب میں استادوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور نہ ہی کسی روحانی خانقاہ میں سلوک کی منزلیں طے کیں۔لوگوں کو گمراہ کرنے اور انہیں ڈائجسٹوں میں شائع ہونے والی طرز کی دیومالائی کہانیوں میں الجھا کر اپنی عقیدت کے جال میں کس طرح پھنسایا جاتا ہے۔آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔لکھتے ہیں۔

''ایک ایسے شخص کی سچی آپ بیتی جو پیدائش سے اب تک اولیاء جنات کی سرپرستی میں ہے،اس کے دن رات جنات کے ساتھ گزر رہے ہیں قارئین کے اصرار پر سچے حیرت انگیز اور دلچسپ انکشافات قسط وار شائع ہو رہے ہیں لیکن اس پراسرار دنیا کو سمجھنے کے لیے بڑا حلم چاہیے''۔

موصوف نے کس قدر ڈھٹائی سے ''سچے حیرت انگیز'' انکشافات کا ذکر کیا ہے آئندہ سطور میں ملاحظہ کریں۔

موصوف ''جناتی اولاد'' کے عنوان سے ایک جننی کا قصہ لکھتے ہیں:

''اب مجھے جناتی اولاد کی شادیوں کی فکر ہے میں پریشان اس وجہ سے ہوں کہ جناتی اولاد کی شادیوں کا کیا کروں؟ کیسے کروں؟ جنات میرا رشتہ لینے کو تیار نہیں،وہ کہتے ہیں کہ ان کا باپ انسان ہے،یہ تو جن ہیں لیکن خالص جن نہیں۔میں بہت پریشان ہوں،میری پریشانی کا ازالہ کریں۔مسلسل استخارے کے بعد آپ کا نام،آپ کا حلیہ بتایا گیا۔میں نے اس کی بات سنی تو مسکرا دیا،میں نے کہا یہ کوئی مسئلہ نہیں۔میں جنات سے کہوں گا وہ رشتوں کے معاملہ میں آپ کا ساتھ دیں گے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اللہ کے فضل سے اس کی اولاد کی شادیاں ہو گئیں۔ہاں میں نے اسے ایک چیز ضرور بتائی،چونکہ جن جنات نے آپ کے رشتے ٹھکرائے تھے وہ کہیں آپ کی اولاد پر جادو نہ کر دیں،تو **یاقہار** کا وظیفہ خود بھی،انسانی بیوی بھی،جن بیوی اور اس کے بچے سب پڑھتے بھی رہیں اور پیتے بھی رہیں۔آج وہ اتنا خوش ہے اس کی بیوی مجھ سے ملنے آئی یعنی جن بیوی۔۔۔۔اس نے شکریہ ادا کیا ڈھیروں ہدیے لائے،گفٹ لائے جو میں نے غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور ضرورت مندوں کو دے دیئے۔شادیوں کے کیس تو

بہت آتے ہیں۔میری ابتدائی زندگی میں جب جنات سے میرا تعارف ابھی ابتدائی تھا میں ان چیزوں کو حقیقت سے بہت دور سمجھتا تھا اور حیرت بھی ہوتی تھی بلکہ بعض اوقات تو میں خود کو جھٹلا دیتا تھا کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔جنات سے شادی کیسے ہوسکتی ہے؟۔لیکن پھر مسلسل جنات سے دوستی کے بعد میرے ساتھ یہ حقیقت کھلنا شروع ہوئی کہ جنات سے شادیاں ہوسکتی ہیں۔''

خود ساختہ علامہ کو یہ معلوم نہیں کہ فقہاء جنات اور انسانوں کی آپس میں شادی کے بارے میں اتفاق نہیں رکھتے۔ موصوف نے اپنی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے پریشان حال کو استخارہ میں اپنے نام اور حلیہ کا ذکر کردیا، یہی نہیں بلکہ جنات سے سفارش کا وعدہ بھی فرمالیا۔اور پھر یاقھار کا وظیفہ بتلا کر ہدیے اور گفٹ کے حق دار بھی ہوگئے۔اور فیاضی ایسی کہ تمام ہدیے لوگوں میں تقسیم کرکے چین کی بنسری بجانے لگے۔

موصوف میں استغناء کب آیا؟ یہ تو انہیں ہی معلوم ہوگا۔اک عرصہ قبل احمد پور شرقیہ سے لاہور آتے ہوئے موصوف کا مطمح نظر صرف پیسہ تھا۔ابتداء میں پنساری تھے،لیکن ارتقاء کی منازل طے کرتے کرتے آج کل حکیم حاذق ہیں۔ ممکن ہے بعد میں سند حاصل کرلی ہو، کیونکہ سند کا حصول پہلے کسی دور میں قابلیت اور علمیت پر موقوف ہوتا تھا،اب تو سند بھی کوڑیوں کے بھاؤ مل جاتی ہے۔

علمی سرقہ میں بھی موصوف خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ایک معروف مصنف جناب ڈاکٹر خالد غزنوی کی کتاب ''طب نبوی اور جدید سائنس'' کو معمولی ردوبدل کے بعد پیش کرکے تصنیف کے میدان کے شہسوار بنے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک ادارہ سے بدمعاملگی کے بعد پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن صد افسوس کہ یہاں ان کے جنات دوستوں نے ان کی کچھ مدد نہ کی۔۔چند سال پیشتر ایک ماہنامہ نے موصوف کی ''قینچی کٹ تالیفات وتحقیقات'' کا مدلل اور بے لاگ تجزیہ کیا تھا۔اگر بونے جنات کی دعوتوں، ان کے نکاحوں اور جنازوں سے فرصت مل جائے تو موصوف اس کا بھی مطالعہ کرلیں۔موصوف کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

موصوف کی ڈگریاں بھی ماورائی ہیں۔اب موصوف ''پی ایچ ڈی، امریکا'' ہوچکے ہیں۔دارالمطالعہ لائبریری جو مسجد بازار والی حاصل پور سے متصل ایک کمرہ میں مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحبؒ نے اپنے خاص تعلق دار مولانا زاہد راشدی صاحب کے ذریعہ کھلوائی تھی۔موصوف کا وہاں آنا جانا تھا، انہوں نے موصوف کا ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔وہاں موصوف بغیر پی ایچ ڈی ہی لکھے گئے ہیں۔چند سال پہلے تک ان کی کتابوں اور ماہنامہ پر پی ایچ ڈی کا لاحقہ نہیں ہوتا تھا۔موصوف کی موجودہ قلمی موشگافیاں دیکھ کر علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کا اس اصطلاح پر تبصرہ یاد آتا ہے، فرماتے ہیں آج کل کی پی ایچ ڈی سے مراد ''پھرا ہوا دماغ'' ہے۔

اور اب موصوف پی ایچ ڈی امریکہ اپنے نام کے ساتھ پیڈ اور کتابوں پر لکھ رہے ہیں۔لیکن شاید حافظہ کی کمزوری

کی وجہ سے مضمون اور یونیورسٹی دونوں ہی بھول گئے بلکہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ امریکہ کی کونسی ریاست کو یہ شرف حاصل ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جنات کی کسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہو۔ کیونکہ اس قسم کی ماورائی پی ایچ ڈی وہاں ہی ممکن ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ موصوف اپنی ہرطرح کے رطب ویابس کو کتاب کی صورت میں شائع کر دیتے ہیں، لیکن ان کا پی ایچ ڈی کا نادر مقالہ ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آسکا۔

امریکہ آنے جانے کے لئے شاید گدھا استعمال کرتے ہوں گے، کیونکہ ان کی اگلی تحریروں میں اس کا ذکر موجود ہے کہ موصوف کی سواری گدھ ہے اسی لئے امریکی سفارت خانہ پاکستان کے ریکارڈ میں موصوف کے نام سے کوئی ویزہ جاری نہیں ہوا۔ ڈگری کے حصول میں بھی جنات کی معاونت رہی ہو تو بعید نہیں کیونکہ موصوف کے ذہن تک رسائی امریکہ والوں کے بس کا کام نہیں۔

گذشتہ دنوں موصوف نے اپنے مقالات کا مجموعہ تین ضخیم مجلدات کی صورت میں لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچایا ہے ۔موصوف کا ایک غیر مطبوعہ قول زریں ہم بھی پیش کئے دیتے ہیں، جس سے موصوف کے انداز فکر، تکلم، اور علمیت کے علاوہ مکاری کا اندازہ ہوسکے گا۔ یہ فقرہ کس کو اور کہاں کہا تھا؟ موصوف ابھی اسے بھولے نہیں ہیں، ملاحظہ ہو: ''میں سنتا یہاں ہوں، دیکھتا وہاں ہوں، کرتا یہاں ہوں، ایسے تو نہیں دنیا کو نچار ہا۔'' یہ فقرہ کس ذہنیت کی عکاسی کر رہا ہے؟ ۔ایسے شخص کو دینی اصلاح کے لئے منتخب کرنا، یا روحانی سلسلہ میں پیشوا سمجھنا تو دور کی بات ہے کوئی ذی شعور شخص موصوف کو مفکر یا سکالر ماننے کو بھی تیار نہ ہوگا۔

ان کی خودنمائی کو داد دیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں، ۔موصوف لکھتے ہیں:

''ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میرے پاس ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو ایک مسئلہ درپیش ہے میں نے پوچھا کیا تو کہنے لگے کہ میرے بیٹے پر ابتدائی طور پر دورے پڑنا شروع ہوئے اور دورے بڑھتے گئے بڑھتے گئے ۔اس کا مستقل علاج کرایا، ڈاکٹروں اور نفسیاتی ڈاکٹروں کو دکھایا پھر کچھ عاملوں کو دکھایا۔ کسی کی سمجھ میں کوئی کیس بالکل نہ آیا۔ آخر کار ایک بزرگ کے پاس لے گئے تو انہوں نے اس جن کی حاضری کرائی تو وہ جن نہیں تھا جننی تھی۔ کہنے لگی، مسلمان جننی ہوں، بیوہ ہوں، مجھے کسی ساتھی اور شوہر کی تلاش تھی۔ آپ کا بیٹا نمازی ہے، ذاکر شاغل روزے دار ہے مجھے یہ پسند آیا تو میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس سے اپنے ازدواجی تعلقات قائم کرنا چاہتی ہوں لیکن چونکہ میں نے پانچ حج کئے ہیں اور مجھے پتا ہے کہ ازدواجی زندگی کے لئے نکاح ضروری ہے اور اس لئے مجھے اجازت دیں میں آپ کے بیٹے سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے والدین کہنے لگے کہ ہم تو اجازت نہیں دیں گے اور نہ ہی ہماری برادری میں، نہ نسلوں میں ایسی کوئی کہانی ہم نے سنی ہے۔ کہنے لگی کہ میں آپ کی منت کرتی ہوں کہ آپ اجازت دیں۔ آپ کہیں تو میں آپ کی برادری کے بڑوں کے پاس

جاؤں گی، اور انہیں مناؤں گی اور ان کی منت کروں گی، میں جنات کی مخلوق میں سے ہوں میرے پاس طاقت بھی ہے اور زور بھی ہے لیکن میں یہ طاقت اور زور استعمال نہیں کرنا چاہتی، آپ مہربانی کریں میرا ساتھ دیں اور میں ہر حال میں اس نوجوان کو اپنا شوہر بنانا چاہتی ہوں۔ ہم نے انکار کر دیا اور وہ چلی گئی۔ اب ہمارے بیٹے کے بقول وہ کبھی کبھی آتی تھی، پھر اس نے ہماری برادری کے بڑوں کے خواب میں آنا شروع کیا، پہلے تو خواب سمجھتے رہے۔ پھر ان بڑوں نے ہم سے رجوع کیا کہ اصل بات کیا ہے؟ تو ہم نے ان سے کہا کہ اصل تو حقیقت یہی ہے کہ وہ عورت جنی شادی کرنا چاہتی ہے۔ اب ہم اس کی شادی کی اجازت کیسے دیں؟ کہ ہم نے اپنے بیٹے کو اس کی پھوپھی کے گھر اس کی لڑکی کے ساتھ بات طے کر دی تھی۔ برادری والے بھی حیران کہ یہ سلسلہ کیسے شروع ہوا۔ جادو کا زور کیا گیا لیکن وہ جن لڑکی کسی طرح بھی جانے کو تیار نہ تھی۔ لڑکے کی ماں کہنے لگی کہ ایک دن ہمارے گھر میں ایک فقیر عورت نے سوال کیا، وہ نقاب اور برقعے میں تھی اور گھر کے اندر آ گئی، ہم نے اس کا سوال پورا کیا، کہنے لگی مجھے پانی پلائیں۔ جب ہم نے اسے پانی پلانے کے لئے گلاس میں پانی دیا تو جب اس نے اپنا نقاب اٹھایا تو وہ جوان اور نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ جس کے نکھار اور حسن و جمال کو دیکھ کر ہم خود حیران رہ گئے۔ اس نے پانی پیا اور پانی پینے کی دعا پڑھی اور ہمیں دعائیں دینے لگی، اور ٹھنڈا سانس بھر کر کہنے لگی کہ آپ مجھے اس گھر کی خدمت دیں گے؟ ہم کہنے لگے کہ ہمارے پاس پہلے کام کرنے والی ہے۔ وہ خوبرو لڑکی کہنے لگی میں آپ کے گھر کی بہو بننا چاہتی ہوں۔ ہم حیران ہو گئے، ہم نے کہا نہیں، ہمارے لڑکے کی پہلے سے بات طے ہے۔ کہنے لگی نہیں، اگر آپ مجھے اس گھر کی بہو بنالیں گے تو آپ کی بہت خدمت کروں گی، آپ کے سارے کام کروں گی، حتیٰ کہ آپ کی بخشش کے لئے اعمال کروں گی، کروڑوں کی تعداد میں کلمہ قرآن پڑھوں گی، میں قرآن کی حافظہ اور قاریہ ہوں۔ میں اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں بہت عرصہ پڑھتی رہی ہوں اور پھر کراچی کے ایک مدرسہ میں پڑھتی رہی ہوں، پھر ایک معلّمہ سے قرات اور تجوید سیکھی ہے، پھر اور ایک بڑا مدرسہ جس کا میں نام نہیں لینا چاہتا سے میں نے عالمہ کا کورس کیا ہے، آپ مجھے اپنی بہو بنالیں۔ ہم حیران ہوئے کہ تو کہاں کی رہنے والی ہے؟ اور کون ہے؟۔ تو فوراً کہنے لگی، میں وہی ہوں جو آپ کی کئی عرصے سے منت کر رہی تھی۔ ہم ایک دم ڈر گئے۔ کہنے لگی آپ ڈریں نہیں، آپ ڈریں گے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ ہم نے کہا، چلی جا، وہ رونے لگی، فریاد کرنے لگی کہ مجھے قبول کر لیں۔ آپ چاہے اپنے بیٹے کی شادی کہیں اور کر لیں، لیکن میں زبردستی بھی اس سے شادی کر سکتی ہوں، اس سے اپنے ازدواجی تعلقات قائم کر سکتی ہوں۔ لیکن میرا دین میری شریعت مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ مجھے قبول کر لیں۔ لڑکی کی ماں کہنے لگی کہ وہ اتنا روئی۔۔۔۔۔ اتنا روئی۔۔۔۔۔ کہ ہمارا دل بھر آیا۔‘‘

موصوف کی اس فضول اور توہم پرستی سے بھرپور تحریر کو کیا نام دیا جائے؟۔ اپنی جھوٹی شہرت کی خاطر لڑکیوں کے

مدارس میں توہم پرستی کا بیج بونے کی کوشش کی ہے، کہ ڈرے سہمے لوگ اپنی بچیوں کو مدارس میں داخل نہ کروائیں۔ کہانی گھڑتے ہوئے عشق کی زنجیر کو دینی مدارس کے گرد گھما دیا۔ایسے شخص سے خیر کی توقع کرنا عبث ہے۔موصوف نے ڈائجسٹوں میں پڑھی ہوئی عشقیہ کہانیوں کا رخ دینی حلقہ کی طرف موڑ کر اپنی کسی لاشعوری ناآسودہ خواہش کی تکمیل کی ہے،اس سے زائد کچھ نہیں۔ان سے پہلے جھنگ کے ایک پیر صاحب نے شرم ناک طریقہ سے عورتوں کے جن نکالنے کے سلسلہ میں کافی شہرت پائی تھی۔اور بہت سے اپنی دستار فضیلت ان کے قدموں میں چھوڑ کر خلافت کے طالب ہوگئے۔بقول شاعر:

؎ افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی ☆☆☆ خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئے

بہر حال موصوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قسط وار انکشافات میں ایک جن کی زبانی اپنی جھوٹی انا کی تسکین یوں کرتے ہیں:

''وہ بزرگ جن یہ بات کہہ رہے تھے ان کا بیٹا سن رہا تھا اور وہی بیٹا رو رو کر مجھ سے بیان کر رہا تھا کہ میرے والد نے جاتے ہوئے مجھے یہ راز دیا یہ میں نے کسی کو نہیں بتایا آپ کو دیکھا نہیں تھا لیکن آپ کا نام سنا تھا ہماری قوم جنات آپ سے عقیدت رکھتی ہے اور آپ کے ہاں ملنے جاتی ہے آج آپ میرے والد کی فوتگی کے سلسلے میں بہت دور سے سفر کر کے آئے ہیں تو جو کچھ میرا والد مجھے دے گیا ہے وہ میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔قارئین! آپ جانتے ہیں کہ جو کچھ میرا ہے وہ میں اپنے (فضول رسالہ کے۔ازمؤلف) قارئین کو دے ہی دیا کرتا ہوں اور بہت قیمتی جواہرات لٹا رہا ہوں اور اس کی مستقل اجازت عام ہے یہ عمل بھی اور اس سے پہلے جتنے بھی آپ کو میں دیئے ان کی مستقل اجازت ہے آپ میں سے ہر شخص کر سکتا ہے حتیٰ کہ ''یَاقَهَّارُ'' کا عمل اور اس کا نقش اور اس کا وظیفہ آپ بھی لکھ سکتے ہیں، کسی سے لکھوا بھی سکتے ہیں اسے اپنے گلے میں لٹکا بھی سکتے ہیں، اسے دھو کر پی بھی سکتے ہیں۔اسے گھر میں لگا بھی سکتے ہیں۔میں نے اس جوان کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنے والد مرحوم کا یہ تحفہ دیا۔''

موصوف نے غیر محسوس طریقہ سے قوم جنات کی عقیدت کا ذکر قارئین کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی ہے۔

آگے ''جنات کے سردار کی آمد'' کے عنوان سے اپنی علمیت اور بزرگی کی دھاک بٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اس وقت قوم جنات میں سے کچھ بڑے میرے پاس آئے اور باادب کہنے لگے کہ یہاں بہت زیادہ جنات اکٹھے ہیں اور ان کی چاہت اور خواہش ہے کہ آپ کچھ چیزیں ان کے سامنے بیان کر دیں۔آپ انہیں کچھ بتائیں، انہیں سمجھائیں۔ان کی خواہش کے پیش نظر میں نے ان کے سامنے کچھ چیزیں بیان کیں بہت لمبی دعا ہوئی۔ہر طرف آہ وزاری اور استغفار و آمین کی آوازیں تھیں، شور تھا کئی لوگوں نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی''۔

افسوس تو یہ ہے کہ موصوف نے خود جھوٹ سے توبہ نہیں کی۔دور نبوت کے بعد سے آج تک کسی صاحب علم نے یہ

دعویٰ نہیں کیا کہ اس کے لاکھوں نہ سہی ہزاروں جنات معتقد ہیں۔اور نہ ہی کسی کے ''خطیب جنات'' ہونے کا چرچا ہوا۔صرف حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بھائی حضرت شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ کا قصہ تو مشہور ہے کہ انہیں جنات پکڑ کر لے گئے تھے اور وہاں ایک صحابی جن کی گواہی پر جان بخشی ہوئی۔لیکن موصوف نے ایک صحابی جن کو بھی اپنی تحریر میں ساتھ ساتھ رکھا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا اور فرضی صحابی جن کو موصوف نے اپنا عقیدت مند ثابت کرنے کی کوشش میں صحابیت کی توہین کی ہے۔

بہرحال موصوف کی ایک اور بڑ ملاحظہ ہو جس میں قبرستان میں ختم قرآن کا ذکر کیا ہے۔کوئی ان سے پوچھے کہ قبرستان میں ختم قرآن کونسی سنت ہے جس پر آپ عمل کر رہے تھے؟۔اگر تحریر کی سب گستاخیاں نظرانداز کر بھی دی جائیں تو بھی موصوف کے بدعتی ہونے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے جبکہ جھوٹ تو تحریر کی تقریباً ہر سطر سے جھلک رہا ہے۔لکھتے ہیں۔

''وہیں بیٹھے ایک جن نے جو کہ میرے مکلی اور ٹھٹھہ کے قبرستان میں ختم القرآن کے موقع پر موجود تھا مجھ سے کہنے لگا ابھی پچھلے تھوڑے عرصے پہلے کی بات ہے کہ میرے اوپر ایک طاقتور جن نے ایک جادو کر دیا اور جادو کیا تھا؟۔ کہ ایک کبوتر بہت عرصہ اپنے پاس رکھا اس کے اوپر کچھ کالا منتر پڑھتا رہا، اور کالے منتر اور گندے خون میں کچھ دانے بھگو کر وہ اس کو کھلاتا رہا اور باقاعدہ اس نے مجھے وہ منتر بتایا اور کہنے لگا کہ میں نے کسی اور عامل جن کے ذریعے اس منتر کا پتہ کرایا وہ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں جس نے مجھے یہ منتر بتایا وہ اب توبہ کر چکا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ کیوں منتر پڑھتا ہے۔بہت عرصہ منتر پڑھنے کے بعد اس کو کالی چیزیں اور کالا دانا کھلانے کے بعد اس نے کبوتر پر بہت طاقتور جادو کیا اور جادو کرنے کے بعد اس کبوتر کو میری طرف چھوڑ دیا۔میں نے دیکھا کہ ایک کبوتر ہے جس کے اوپر بہت طاقتور قسم کی عقاب نما چیزیں اڑ رہی ہیں لیکن وہ ان سے ڈر نہیں رہا لیکن وہ عقاب اور شاہین نما چیزیں اس کے تابع معلوم ہوتی ہیں جس طرف وہ جاتا ہے اس طرف جاتی ہیں اور عقاب نما چیزوں سے بجلیاں اور شرارے نکل رہے ہیں اور وہ ہمارے گھر کے اوپر منڈلا رہا ہے۔وہ جن کہنے لگا (جو مجھے یہ واقعہ بیان کر رہا تھا) کہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ جو جادوزدہ کبوتر اڑ رہا ہو اس کے ساتھ یہ نشانی ضرور ہو گی ورنہ ہر کبوتر جادوزدہ نہیں ہوتا۔''

ہندوؤں کے ہاں ان کے جوگیوں کی ایسی کہاوتیں مشہور ہیں جن میں اس سے ملتے جلتے واقعات ہیں۔غالبًا موصوف نے اپنی تمام تحریر کا مواد آج سے چالیس سال پہلے شائع ہونے والے ''عالمی ڈائجسٹ۔سب رنگ ڈائجسٹ۔سسپنس ڈائجسٹ'' وغیرہ سے اخذ کیا ہے۔ایسے پرانے رسالے اب بھی نسبت روڈ چوک میں میو ہسپتال لاہور کے سامنے کباڑیوں سے مل جاتے ہیں۔لیجئے آگے پڑھیے اور سر دھنئے:

''میں اس کا واقعہ سن کر حیران ہوا میں نے کہا جتنے بھی جنات بیٹھے ہیں ان سب کو سناؤ۔ اس نے کھڑے ہو کر ان لاکھوں کروڑوں جنات کو جو افریقہ کے تاریخی جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے............ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے یعنی جن............ ہمارے ہاں ایک بابا جی ہیں جو بہت بوڑھے ہو گئے ہیں آنکھوں سے معذور ہو گئے ہیں۔ وہ افریقہ کے بہت بڑے عامل اور جادوگر مانے جاتے ہیں جنات میں۔ میں ان کو بتاؤں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ان کو بتا دیں۔ ہماری روانگی ہوئی حسب معمولی ہم اسی گدھ نما سواری پر بیٹھے اور ہماری واپسی ہوئی۔ میں گھر واپس آ گیا۔''

نہ پاسپورٹ، نہ ویزہ، نہ سیٹ کی کنفرمیشن، نہ بورڈنگ کارڈ کی ضرورت۔ گدھ پر بیٹھے ہوئے نہ تو کنٹرول ٹاور والوں کو معلوم ہوا اور نہ ہی کسی ریڈار میں نظر آئے۔ موصوف کو شاید معلوم نہیں کہ افریقہ جانے والی پرواز پہلے دبئی یا قطر جاتی ہے جو تقریباً تین گھنٹے کی مسافت ہے اس کے بعد افریقہ کے لئے چھ گھنٹے کی مسلسل پرواز ہے۔ موصوف نے یہ بھی نہیں بتایا کہ ''گدھ'' کی چونچ کو باندھ کر اس کی رسی سے باگ کا کام لیتے رہے یا اوپر کسی صوفہ پر بیٹھ کر نیچے کا نظارہ کرتے رہے۔ موصوف اپنے گدھ سے اتر کر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ٹانکہ لگانا بھول گئے۔ لوگوں کو مردار عقیدہ کی تعلیم دینے والے نے اپنے لئے کیا خوب سواری کا انتخاب کیا ہے۔

............رب رُسے، تے مت کُھسے۔

آگے'' افریقی ہیبت ناک جن کی آمد'' کے عنوان سے مزید موشگافیاں ملاحظہ ہوں:

''چند دنوں کے بعد وہ افریقی جن اس بوڑھے بابے کو لیے ہوئے میرے پاس آ گیا۔ بابا کیا تھا کوئی ہیبت ناک پہاڑ تھا اور پر اسرار قوتوں کا عظیم مالک اور انسان تھا۔ انسان سے مراد انسان نہیں۔ وہ جن تھا جیسے محاورتاً کہتے ہیں۔ وہ واقعی پر اسرار قوتوں کا مالک تھا۔ میں نے ان کی تواضع کی ان کی مخصوص خوراک دی۔ بابا بہت خوش ہوا کیونکہ میں نے بابے کو اس کی مخصوص خوراک گائے کا گوشت دیا۔ ساڑھے تین من گائے کا گوشت دیا۔ میرے دوست جنات اس خدمت پر معمور ہیں۔ میں انہیں پیسے دیتا ہوں وہ قیمتاً گوشت لا کر دیتے ہیں یا وہ اپنی گائے خرید کر ذبح کرتے ہیں۔ بابے نے بڑی رغبت سے گوشت کھایا کہنے لگا اتنا اچھا گوشت افریقہ کی گائے کا نہیں ہوتا جو آپ کی گائے کا ہے اور بہت ہی زیادہ مسرور ہوا۔ اب ہم اپنے موضوع پر آئے اور وہ جن جو انہیں ساتھ لائے تھے وہ کہنے لگے جب آپ افریقہ آئے تھے اور آپ کے جانے کے بعد میں اس بابے کے پاس گیا اور آپ کا تذکرہ کیا کہ ایسے ایسے ایک درویش علامہ صاحب ہمارے پاس تشریف لائے تھے جن کے پاس بے شمار جنات یہاں سے بھی آتے جاتے ہیں انہوں نے یَاقَھَّارُ کے کچھ کمالات بتائے تھے تو ایک دم بابا چونک پڑا کہنے لگا اس بندے سے مجھے ملاؤ میرے پاس ایک عمل ہے جو راز کی شکل میں ہے میں اس بندے کو دینا چاہتا ہوں جس بندے نے

اتنے سارے لاکھوں کروڑوں جنات کے مجمع کو یہ عمل بتایا ہے اور سب کا بھلا کیا ہے جو بھلا کرنا جانتا ہے اس کا بھلا میں کروں گا۔ اور میں اسے خود بتاؤں گا تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ لہٰذا یہ جادوگر جن بابا آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ خود ان سے بات کرلیں۔ میں نے باباجی کا شکریہ ادا کیا اور ان سے عرض کیا وہ راز آپ مجھے ضرور بتائیں''۔

موصوف نے اپنی تحریر کے اس حصہ میں غیر محسوس انداز میں قارئین کو بتلا دیا ہے کہ اگر آپ ان سے کوئی کام بذریعہ جنات کروانا چاہیں تو کم از کم ساڑھے تین من گوشت منگوانا پڑے گا۔ اور وہ موصوف کے جنات ہی لاتے ہیں اور انہیں پیسے دینے پڑتے ہیں۔ باقی اخراجات کی فہرست بعد میں جاری ہوتی ہوگی۔ نہ آپ گوشت لاتے دیکھیں، نہ کھاتے دیکھیں، بس نقد رقم دیں باقی موصوف جانیں اور جنات۔

موصوف کی لاف زنی کا ایک نمونہ آگے ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں:

''۔۔۔ میں نے اس جادوگر جن کا شکریہ ادا کیا اس کی مزید خدمت کی، تحائف دیئے۔ اس جادوگر نے بہت عجیب وغریب عمل دیئے ایک ایسا عمل بھی دیا کہ جو حجاب الابصار کا عمل تھا۔ بہت مختصر آسان سا عمل تھا۔ جس سے آپ سب کو دیکھ سکیں آپ کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ کہنے لگے کہ اس عمل کو میں نے افریقہ کے بہت سے لوگوں کو دیا اور خود کرایا انہیں۔ وہ اس عمل کی وجہ سے حج کر کے آگئے۔ سواری میں خود جا کے بیٹھ گئے نہ ویزہ نہ ٹکٹ کچھ بھی نہیں کوئی بحری جہاز کے ذریعے، کوئی ہوائی جہاز کے ذریعے، بہت سے غریب مفلس لوگ حج کر کے آئے۔ کہنے لگے کچھ لوگ تو ایسے ملے کہ کعبہ کا دروازہ کھلا اور وہ کعبے کے اندر چلے گئے اور ایک خوش قسمت نے مجھے بتایا کہ روضہ اطہر ﷺ پر جاروب کش ہیں جو کہ آقا ﷺ کے روضہ کے اندر سے جھاڑو دیتے ہیں وہ خواجہ سراء ہیں، ایک دن انہوں نے رات کی تنہائی میں کھولا میں مسجد نبوی ﷺ کے اندر رہ گیا میں اس کے اندر چلا گیا اور اس کے اندر کا اس نے نقشہ بتایا اور جو جلوے بتائے وہ بیان اور گمان سے بالاتر ہیں۔ میں نے ان جادوگر باباجی کا شکریہ ادا کیا۔''

اس لاف زنی میں خود ساختہ ''حجاب الابصار'' کا عمل گول کر دیا گیا ہے تا کہ اسے حاصل کرنے کی خاطر موصوف کے گرد چکر کاٹتے پھریں۔ ان سبز باغوں کی وجہ سے تو لوگ سالہا سال ان کا پانی بھرنے کو تیار ہو جائیں گے، جادو گر کے اعمال تو شیطانی ہوتے ہیں۔ لیکن موصوف نے انہیں بھی اپنے عمل تطہیر سے گزار کر جائز کرلیا ہے۔

پھر بھلا جادوگر کے بتلائے ہوئے کسی عمل سے امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس وغیرہ جانے کا چکر چلاتے تو بھی لوگوں سے موصوف کا جان چھڑانا مشکل ہو جاتا چہ جائیکہ حج اور خانہ کعبہ اور روضہ اطہر کو بھی ساتھ لپیٹ لیا۔ احساس کمتری میں مبتلا ان صاحب کو اپنی جھوٹی شان وشوکت بڑھانے اور پھیلانے کا اتنا شوق ہے کہ شعائر اسلام کا احترام داؤ پر لگ جاتا ہے۔ کسی مفتی سے معلوم کیجئے کہ اگر بفرض محال یہ عمل ہو بھی تو کیا بغیر کرایہ دیے سفر کرنا اور وہ بھی حج کا، کیسے درست ہوگا؟۔ یہ فسق وفجور کی ترغیب نہیں تو پھر اور کیا ہے؟۔

حضرت تھانویؒ بذریعہ ریل کہیں سفر پر گئے۔ بکنگ کلرک نے زائد سامان کا کرایہ یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ آپ کی وجہ سے رعایت ہے۔حضرت تھانویؒ نے معلوم ہونے پر ایک زائد ٹکٹ خرید کر پھاڑ کر پھینک دیا، تا کہ محکمہ والوں کو اس سامان کا کرایہ مل جائے۔ ہمارے بزرگوں کا طریق تو یہ رہا ہے، لیکن موصوف حج بھی بغیر کرایہ کروا رہے ہیں۔

بہر حال ایک اور بڑ ملاحظہ کریں، لکھتے ہیں:

''کبھی میں آپ کو جنات کے قبرستان کی سیر بھی کراؤں گا اور جنات کی خوراک بھی بتاؤں گا اور جنات کہاں دفن ہوتے ہیں، ان کی میتیں اٹھتی ہیں ان کے جنازے کیسے ہوتے ہیں کیونکہ بے شمار جنازے میں نے خود پڑھائے ہیں ان کی زندگی کیسے گزرتی ہے۔ان کے دن رات کیسے ہوتے ہیں یہ ساری چیزیں ان شاء اللہ کبھی میں آپ کو تفصیل سے بتاؤں گا''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ملتا کہ جنات نے انہیں جنازے پڑھانے کے لئے کبھی دعوت دی ہو۔ایک موصوف ہیں کہ انہیں جنات نے ''امام الجنائز'' بنا رکھا ہے۔ یہ انکشافات موصوف نے کبھی اپنے ''احمد پور شرقیہ'' کے قیام کے دوران نہیں کیے اور نہ ہی ''حاصل پور'' کے دارالمطالعہ والوں کو کبھی ذکر کیا، حالانکہ ان کے ساتھ ''فقیر والی'' چشتیاں اکثر جانا ہوتا تھا۔ بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک نہ تو موصوف کسی کو ''جنوں کے جنازے'' پڑھنے کا کہہ کر رخصت ہوئے اور نہ ہی اس کی وجہ سے کہیں سے غیر حاضر۔

خود ساختہ علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ابھی میں نے تھوڑا پہلے افریقی بوڑھے بابے کا تذکرہ کیا تھا جس کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ وہ جن نہیں تھا کوئی ہیبت کا پہاڑ تھا اور پراسرار قوتوں کا مالک تھا اور جس کے بارے میں میں نے آپ کو بتایا کہ لوہے کے تھال میں پانی بھر کے اس میں پاؤں ڈبو کر عمل کیا تھا اور چلتے ہوئے میں نے انہیں ایک تحفہ بھی دیا۔ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ ان کی طرف سے مجھے ایک جن کے ذریعے ایک تحفہ کچھ کھانے پینے کی مٹھائیاں، کچھ میوہ جات تھے اور کچھ کپڑے اور لباس تھے۔اور ایک خوبصورت سا کنگن بھی تھا جو کہ سردار جن اپنے ہاتھوں میں ڈالتے ہیں، خیر میں نے وہ ڈالا تو نہیں رکھ ضرور لیا۔اس جن کے ذریعے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ جوان جن تھا میں نے اس سے اس کی عمر پوچھی وہ کہنے لگا کہ ایک سو ستاسی سال میری عمر ہے۔ وہ گفٹ لے کر آیا اس افریقی جادوگر جن کا میں نے اس سے اس کا حال احوال پوچھا کہ وہ کیا کرتا ہے؟ کہنے لگا میں کپڑے کا کام کرتا ہوں ہمارے جنات کے ہاں ریشمی کپڑا پہنا جاتا ہے اور اس میں شوخ رنگ زیادہ پسند کیے جاتے ہیں اور ایسا کپڑا جس کپڑے کے اوپر ہلکے پھول بنے ہوں میں اس کپڑے کا کام کرتا ہوں اور میں اس کو انسانوں میں بھی بیچتا ہوں اور جنات میں بھی''۔

موصوف کی تحریر پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی الفاظ کا تکرار ہے۔ واقعات میں تسلسل مفقود ہے۔ادبی رنگ کی

کہیں جھلک نظر نہیں آتی۔ یہ ہیں علامہ صاحب، جب تحریر کا یہ حال ہو تو خطابت میں کیا گل کھلاتے ہوں گے؟ اسی لئے انسانوں کی بجائے جنات کا انتخاب کیا۔

پر اسرار قوتوں کی کہانیاں ہندوؤں میں ہوتی ہیں اور جادوگر بھی غیر مسلموں میں ہوتے ہیں۔ جبکہ موصوف جادوگر جن کو عمل بھی کروا رہے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں جادو اور جادوگر دونوں کی مذمت آئی ہے۔ لیکن موصوف اس کے بتائے ہوئے اعمال سے اپنے قارئین کو فیض یاب کرنا چاہ رہے ہیں۔

اس پیراگراف میں قارئین کو یہ باور کروانا ہے کہ موصوف کے پاس جنات عمل سیکھنے ہی نہیں آتے بلکہ بعد میں ہدیے اور تحائف بھی بھیجتے ہیں۔ چنانچہ ہر قاری کو ''آداب شاہی'' یاد رہنے چاہیں۔ خشک عقیدتی موصوف کو موافق نہیں، اس لیے ہدایا کا بگھار بھی ضروری ہے۔

جن جادوگر کے تحائف میں کنگن کا ذکر بھی ہے جو بقول موصوف سردار جن پہنتے ہیں، یوں موصوف نے اپنے آپ کو جنات کا سردار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہاتھوں میں کنگن اور کانوں میں بالیاں وغیرہ تو ان مصوروں کا تخیل تھا جو آج سے پچاس سال پہلے ''بچوں کی دنیا'' جیسے رسالوں میں ہر کہانی کے لئے تین چار تصویری خاکے بناتے تھے۔ یہ اسلام میں کنگن کا پیوند لگا کر ان جنات کو مسلمان بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں، عجیب منطق ہے۔

موصوف آگے بڑھتے ہوئے ''جن کا جادو کے ذریعے کاروبار تباہ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''میں نے اس سے پوچھا کہ وہ انسانوں میں کپڑا کیسے بیچتا ہے کہنے لگا کہ میں انسانی شکل دھار لیتا ہوں اور گاؤں اور دیہاتوں میں آواز دے کر کپڑا بیچتا ہوں میں چونکہ مسلمان جن ہوں اور اس لیے جھوٹ نہیں بولتا دھوکہ نہیں دیتا اور میرا کپڑا بہت بکتا ہے کہنے لگا گزشتہ چار سال پہلے کی بات ہے میرا کاروبار مندا ہو گیا۔ حالات بہت خراب ہو گئے۔ رزق بہت تنگ ہو گیا، جن کے میں نے دینے تھے وہ تقاضا کر رہے تھے اور جن سے میں نے لینے تھے وہ دے نہیں رہے تھے۔ چند انسانوں نے لیکن زیادہ جنات نے میرے پیسے دینے تھے میں بہت پریشان ہوا آخر تھک ہار کر مجھے کسی نے بتایا کہ افریقہ کے فلاں جنگل میں ایک بہت بڑا جادوگر جن رہتا ہے اس کے پاس جاؤ وہ تیرا کام کر دے گا۔ (علامہ صاحب کی انشاء پر غور کیجیئے۔ اسلوب کے لحاظ سے مفلسی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ از مؤلف) میں لوگوں سے پوچھتا پوچھتا افریقہ کے دور دراز جنگل میں گیا ایک بہت بڑا ہیبت ناک جن اپنے پاس آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ جلائے بیٹھا تھا کچھ چھوٹے جنات بیٹھے تھے، جو اس میں تھوڑی دیر بعد صندل اور عود کی لکڑیاں ڈالتے تھے جس سے بہت زیادہ خوشبو نکلتی تھی کیونکہ اس جادوگر جن کی غذا ہی خوشبو ہے۔ میں نے اس کے سامنے جا کر فریاد کی کہ آپ مہربانی کریں اور آپ مجھے کوئی عمل بتائیں میرا کاروبار ٹھپ ہو گیا، رزق بند ہو گیا، زندگی مشکلات اور مسائل کا شکار ہو گئی۔ ہر وقت پریشانی ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں کا قرض دینا ہے اور بہت سے

لوگوں سے لینا ہے یوں میں بہت مسائل اور مشکلات کا شکار ہوں۔ مجھے بہت دیر تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے دیکھتے دیکھتے آخر وہ کہنے لگے مجھے پتہ چل گیا ہے تیرے اوپر ایک جن نے جادو کیا ہے اور بتاؤں کیسے کیا ہے؟۔ پھر مجھے انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک جگہ میں ایک جن کے ہاں کپڑا دینے گیا انہوں نے مجھے باقاعدہ مکمل وہی نقشہ بتایا۔اس نے مجھ سے کہا کہ رعایت کر اور ادھار بھی کر۔ میں نے کہا نہ رعایت کروں گا نہ ادھار، اس نے پھر تقاضا کیا اور میں نے نفی کی۔ کیونکہ میں نے اسے پیسے زیادہ نہیں بتائے تھے اور ادھار میرا اصول نہیں اس لئے میں اپنی بات پر جما رہا۔اس نے مجھ سے کپڑا نہ لیا اور ساتھ یہ بات بھی کہ دی، جا تیرا کپڑا بکے گا بھی نہیں۔ میں نے اس کی بات سنی ان سنی کی اور اپنا سفر جاری رکھا، اس دن میرا کپڑا بک گیا لیکن اس دن کے بعد میرے کاروبار میں زوال آنا شروع ہوگیا۔ میں نے کپڑے کا کاروبار کرنا چھوڑ دیا اور آٹے کا کاروبار کرنا شروع کر دیا۔ پڑے پڑے میرے آٹے میں خود بخود کیڑے پڑ جاتے، خراب ہو جاتا کہ انسان تو انسان، جنات تو جنات، جانور بھی نہیں کھاتے تھے۔(جنات کو پہلے افریقی گائے کا گوشت اور خون کے پیالے پلاتے رہے اس کے بعد عود اور صندل کی خوشبو پر زندہ رکھا اور اب موصوف جنات کے لیے آٹے کا بھی بندوبست کر چکے ہیں۔از مؤلف) میں بہت پریشاں ہوا۔ یہ ساری باتیں مجھے اس جادوگر افریقی بابے نے بتائیں۔کیا تیرے ساتھ ایسا ہوتا تھا؟ تیرا کپڑا نہیں بکتا تھا؟ تیرا آٹا پڑا پڑا خراب ہو جاتا تھا؟ کسی ایسی جگہ گیا تھا جس نے تجھے رعایت اور ادھار کا کہا تھا؟۔ میں نے کہا ایسے ہی ہے۔ انہوں نے کہا بس اس شخص نے تم پر جادو کیا ہے اور اس کا مقصد ہے کہ تو بھکاری بن جائے اور تیرے پاس کچھ بھی نہ بچے۔ لہذا اگر تو حصار سے نکلنا چاہتا ہے تو میرے پاس آکے کچھ وقت گزار۔ میں تیرے اوپر اپنی روحانی نظر ڈالوں گا اور روحانی توجہ ڈالوں گا اور روحانی نظر اور روحانی توجہ سے تیرا جادو ختم ہو جائے گا (موصوف کا روحانی عطر۔روحانی تھیلی۔روحانی شربت اور روحانی خمیرے اسی کی کڑی ہے۔از مؤلف) اور اس کے بعد تجھے کچھ ایسا عمل بتاؤں گا جس سے تیری مشکلات ٹلیں گی، تیری پریشانیاں دور ہوں گی، تیرا روزگار بڑھے گا۔ میں تو ہر جگہ سے تنگ آ چکا تھا، میں نے کہا ٹھیک ہے میں ایسے ہی کروں گا۔ میں اس کے پاس ٹھہر گیا ،سارا دن اس کی خدمت کرتا، اس کی خدمت سب سے بڑی یہی تھی کہ صفائی کرنی ہوتی یا آگ کے الاؤ کے اندر صندل اور عود کی لکڑی کو مسلسل جھونکنا پڑتا، تا کہ ہر وقت خوشبو رہے۔ وہ جن صرف افریقی گائے کا گوشت کھاتا اور بہت زیادہ کھاتا اور تازہ خون پیتا ہے۔''

موصوف کے اس طویل اقتباس میں چند متضاد چیزوں کا ذکر آیا ہے، جادوگر افریقی جن بابے کو غیب کا علم بھی دلا دیا ۔اور دوسرے نیک جن کو جادو کے زیر اثر ثابت کر دیا۔ تیسرے جن کو اس پر جادو کرنے والا بنا دیا۔ پھر جادوگر جن کی روحانی نظر اور روحانی توجہ؟ لاحول ولا قوة الا بالله۔اسی اقتباس کے شروع میں افریقی جادوگر جن کی غذا

صندل اور عود کی لکڑی کی خوشبو بتائی ہے۔اور آخری اقتباس میں اس کی خوراک گائے کا گوشت وافر مقدار میں،اور وہ بھی صرف افریقی۔اس کے ساتھ بطور مشروب تازہ خون کی چسکیاں بھی۔

خوشبو سونگھنا تو کسی ذی روح کی غذا نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کی خوراک کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس میں ایسی کوئی تصریح نہیں۔اور نہ ہی سائنس کی رو سے یہ بات درست ہے۔خوشبو سونگھنے سے انبساط تو حاصل ہو سکتا ہے لیکن توانائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

موصوف کی حماقت ملاحظہ ہو کہ اس جن کو تازہ خون کی چسکیوں سے بھی لطف اندوز کروا رہے ہیں جو اسلام میں جائز نہیں۔شاید موصوف یہ لکھتے ہوئے لاشعور میں لوگوں کا خون چوسنے کا تصور کئے بیٹھے ہیں۔

اس سے پہلے اس جن کی مرغوب ترین غذا افریقی گائے قرار دے رہے ہیں اور چند سطر آگے شاہی قلعہ کی ایک دعوت میں اسے لاہوری گائے کھلا کر تعریف بھی کروا دی ہے۔کسی نے کیا خوب کہا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد

موصوف کی دین سے وابستگی کا یہ حال ہے انہیں یہ ہی معلوم نہیں کہ اسلام میں خون پینا حرام ہے۔اس گورکھ دھندے کے ذریعہ جادوگر جن سے کام نکلوانے کے آداب بیان ہو رہے ہیں کہ صندل اور عود کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے اور افریقی گائے کا گوشت بھی درکار ہو گا۔جو مہیا کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں اور اگر کسی نے یہ گستاخی کرنے کا سوچ بھی لیا تو مذبح خانہ سے تازہ خون کے ڈرم بھر کر کیسے لائے گا۔چنانچہ جادوگر جن کی خدمت میں نقد رقم پیش کر کے دست بستہ عرض کی جا سکتی ہے کہ جناب آپ خود ہی اپنی من بھاتی خوراک کا بندوبست کر لیجئے۔

موصوف نے اتنے طویل اقتباس کے بعد اپنی تشہیر کو بھی یقینی بنایا ہے۔آگے لکھتے ہیں:

”پھر اس قاصد جن نے مجھے ایک انوکھی بات کہی کہ میرے بچے اور بچیوں کی شادیاں نہیں ہوتی تھیں وہ ہونا شروع ہو گئیں،وہ آٹا جس میں کیڑے پڑ جاتے تھے وہ ٹھیک ہو گیا۔میرا کپڑے کا کاروبار چل پڑا میرا آٹے کا کاروبار چل پڑا۔اب میں ان کے ہاں کبھی کبھی ملنے جاتا ہوں تو چند ہفتے جا کر ٹھہرتا ہوں۔مجھے ان جنگل کے غاروں میں جہاں جادوگر جن بیٹھتا ہے بہت مزا اور سکون آتا ہے۔اس دفعہ گیا تو انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ہمارے ایک دوست ہیں علامہ............ان کو یہ تحفے دے آؤ۔اور آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا کہ کروڑوں جنات آپ کے دوست ہیں اور آپ کے خیر خواہ ہیں اور آپ کی خدمت میں ہر وقت رہتے ہیں۔انہوں نے کچھ آپ کے بارے میں ایسی باتیں بتائیں کہ خود مجھے آپ سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا اور میں یہ تحائف لے کر آپ کے پاس پہنچا ہوں“۔

بلا تبصرہ یہ ایک شہرت پسند شخص کا اشتہار ہے لیکن آگے آنے والا اقتباس اسی بے سروپا طویل قصہ کا ہی حصہ ہے جس میں اس دیوانگی کی حد ہی کر دی گئی ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی کاروباری قصہ نویس سے لکھوا لیا گیا ہے۔اگر

ایسا ہی ہے تو اس قصہ نویس کو تو علم ہی نہ تھا کہ شریعت میں کیا حرام ہے اور کیا مکروہ؟ نہ تصوف کی شد بد، نہ سلوک سے آشنائی۔لیکن خود کو علامہ کہلوانے والے بھی علم سے کورے نکلے جنھوں نے اسے فائنل کرتے ہوئے غور ہی نہ کیا کہ علم کا تو اس میں دور دور تک نشان نہیں، شریعت کی مخالفت کرنے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام کی توہین بھی کی ہے۔ایک فرضی صحابی جن کو اپنا معتقد ٹھہرایا ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی توہین ہے،سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے کو فخر سے بیان کیا ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔تازہ خون کی ڈش کا ذکر خاص طور پر کیا ہے جو حرام ہے۔رہیں خلاف واقعہ باتیں تو یہ اختلال ذہنی کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟،ایسے اقتباسات کے بعد موصوف کے لئے ماء الجبن ہی تجویز کیا جاسکتا ہے تا کہ ان کے مالیخولیا میں کمی آئے۔اب قارئین خود فیصلہ کرلیں۔

''لاہور کا شاہی قلعہ اور بونے جنات کی شادی'' کے عنوان سے طویل اقتباس حاضر خدمت ہے:

''میں ایک باکمال درویش کے ساتھ لاہور کے شاہی قلعے میں سب سے پہلے آج سے تقریباً بہت سال پہلے جس کو سالہا سال کہوں گا، گیا۔لاہور کے شاہی قلعہ کے تہہ خانوں میں ایک مخلوق رہتی ہے جس کی کسی کو خبر نہیں۔اس مخلوق کی تعداد لاکھوں کروڑوں ہے۔ہزاروں نہیں سینکڑوں نہیں۔وہ صدیوں سے وہاں آباد ہے۔وہ مخلوق وہاں کے بونے ہیں۔وہ جنات ہیں جو کہ بونوں کی شکل میں وہاں رہتے ہیں۔سب سے پہلے تو میں اس باکمال درویش کے ساتھ گیا لیکن ایک واقعہ کچھ یوں ہوا کہ ایک رات میں لیٹا ہوا تھا تو اچانک مخصوص آواز جس سے مجھے اپنے دوست جنات کے آنے کا پتہ چلتا ہے وہ چپل کی آواز۔چپل کی آواز میرے کانوں میں آئی تو میں نے دیکھا صحابی بابا، حاجی صاحب ان کا بیٹا عبدالسلام اور ایک باورچی جن اور اس کے علاوہ بہت سے جنات مجھ سے کہنے لگے آپ کو لینے آئے ہیں۔میں نے پوچھا خیریت تو ہے؟ کہنے لگے اس سے پہلے اطلاع نہیں کرسکے۔شاہی قلعے کے تہہ خانوں کے جنات کی بہت بڑی شادی ہے اور ہمیں خاص طور پر مدعو کیا گیا ہے اور ان کا تقاضا ہے کہ وہ آپ کو ساتھ ضرور لائیں۔میں فوراً تیار ہوگیا، گدھ نما سواری پر ہم سب بیٹھے چند لمحوں میں نے اس نے ہمیں لاہور کے شاہی قلعے کے دیوان عام پر پہنچا دیا جہاں بادشاہوں کا دیوان عام تھا۔وہاں سواری اتری ہم اترے۔میں حیران ہوگیا میری نظر آج تک ادھر گئی ہی نہیں، یہ تو مجھے خبر تھی کہ شاہی قلعے میں بہت زیادہ جنات رہتے ہیں ان سے ملاقاتیں بھی بہت زیادہ ہوتی تھیں میرا ان کے تہہ خانوں میں آنا جانا بہت پرانا ہے۔ضمناً بتا تا چلوں کہ لاہور کے شاہی قلعے کے تہہ خانے میں تین درویشوں کی تربت ہے ان میں ایک درویش تو بہت صاحب کمال ہیں۔جہاں میں اکثر مراقبہ کرتا ہوں اور بعض اوقات اگر میرے ساتھ کوئی ہوتا ہے تو ان کو باہر بھیج کر وہ صاحب کمال درویش میرے سامنے اصلی وجود میں آکر بیٹھتے ہیں۔معانقہ کرتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں دل سے دل، سینے سے سینہ لگاتے ہیں۔بہت کچھ عطا کرتے ہیں یہ تکوینی دنیا کے راز ہیں، کائنات کے پوشیدہ راز ہیں جو شاید میں آپ تک نہ پہنچا سکوں''

موصوف نے شاہی قلعہ لاہور کے تہہ خانوں میں صدیوں سے آباد ''تین فٹ کے بونے جنات'' مخلوق کا تذکرہ کیا ہے اور کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اس کا کسی کو علم نہیں۔ شاہی قلعہ کی تعمیر سے پہلے یہ مخلوق کہاں آباد تھی؟ کچھ اس کا بھی اتا پتا بتا دیتے۔ موصوف کا سالہا سال سے وہاں آنا جانا ہے۔ لیکن نہ تو آثار قدیمہ والوں کو اندر آنے کی خبر ہوتی ہے اور نہ ہی حکومتی اہلکاروں کو کچھ معلوم ہو سکا جو 1970ء تک یہاں تہہ خانوں میں موجود عقوبت خانوں کے نگران رہے۔ موصوف نے جنات کے آنے کی پہچان چیل کی آواز لکھی ہے۔ کیا یہ جنات چیلوں جیسی بولی بولتے ہیں؟ اور کیا موصوف ان کی بولی کو سمجھتے ہیں؟ پھر مردار خور پرندے پر سواری کا شاید اس لئے سوچا کہ کوئی انوکھی چیز ہونی چاہئے۔ چنانچہ اس کی رفتار کو F-16 سے بھی زیادہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی بھی کنٹرول ٹاور اور ریڈار کے دائرہ اختیار کو چیلنج کرنے کی طاقت بھی۔ اس گدھ پر سواری کی گنجائش اتنی کہ بوئنگ طیارے بنانے والے بھی شرما جائیں۔ مردہ ذہنوں پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے والے کے لئے اس سے بہتر سواری کیا ہو سکتی ہے؟ نامعقولیت کی انتہا یہ کہ صحابی جن (اگرچہ وہ فرضی ہے) کے ذریعہ اپنے آپ کو مدعو کروایا ہے۔ آگے شاہی قلعے کے تہہ خانے میں کسی صاحب کمال درویش کا ذکر کیا ہے جو ان کے سامنے اصلی وجود میں آکر بیٹھتے ہیں معانقہ کرتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں دل سے دل، سینے سے سینہ لگاتے ہیں۔ موصوف کو معلوم ہی نہیں کہ تصوف وسلوک میں جو حضرات تصرفات کے قائل ہیں وہ جسم مثالی کو مانتے ہیں نہ کہ جسم اصلی کو۔ لیکن موصوف صاحب قبر سے باقاعدہ میٹنگ کی روداد بیان کر رہے ہیں۔ اس پر یہ دعویٰ کہ ''یہ تکوینی دنیا کے راز ہیں، کائنات کے پوشیدہ راز ہیں جو شاید میں آپ تک نہ پہنچا سکوں''۔

؎ صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

موصوف کے بیان کردہ ''صاحب کمال درویش جو مرنے کے بعد اصلی وجود میں آکر بیٹھتے ہیں، معانقہ کرتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں دل سے دل، سینے سے سینہ لگاتے ہیں، بہت کچھ عطا کرتے ہیں'' کی حقیقت موصوف کی خلافت سلوک جیسی ہے۔ نہ یہ صورت حال سمجھ آئے اور نہ ہی ان کی خلافت۔ موصوف کی ایک تالیف جو علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمہ اللہ کی تصنیف ''نزہتہ المجالس'' اور علامہ ابوبکر بن محمد علی القرشی رحمہ اللہ کی کتاب ''انیس الواعظین'' کا خلاصہ ہے۔ اس میں موصوف کو حضرت مولانا موسیٰ خان روحانی بازی رحمہ اللہ کا خلیفہ مجاز لکھا گیا ہے جو 1998ء میں وفات پا گئے تھے۔ مولانا موسیٰ خان صاحبؒ، حضرت سید علاؤالدین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بیعت اور مجاز تھے۔ کوئی خانقاہی سلسلہ نہیں تھا کیونکہ تدریس اور تصنیف وتالیف سے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ نیز یہاں موصوف گولڈ میڈلسٹ ہیں، پی ایچ ڈی بھی نہیں۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ اس طرح کے گولڈ میڈلسٹ پاکستان میں بہت ہیں۔ وفاقی وزارت صحت یا نیشنل کونسل فار طب اسلام آباد کی طرف سے کوئی میڈل جاری نہیں

ہوتا۔ جہاں موصوف کا گولڈ میڈل ارتقائی منازل طے کرکے پی ایچ ڈی میں تبدیل ہوگیا، وہیں موصوف کی خلافت بھی منازل ارتقاء طے کرکے حضرت سید محمد عبداللہ مجذوبی ہجویریؒ متوفی 1991ء مدفون جنت البقیع مدینہ المنورہ کی طرف منتقل ہوگئی۔ (بعض حضرات یہ نسبت علامہ محمد عبداللہ صاحب کی طرف جوڑتے ہیں جو ''پکالاڑاں'' لیاقت پور میں 1929ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور میں حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ اور حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ سے تلمذ حاصل کیا۔ 1948ء میں علامہ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کرنے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اگلے سال حضرت احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں پہنچ کر علمی اور باطنی استفادہ کیا۔ احمد پور شرقیہ کے ہائی سکول میں تدریس کے دوران حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا واحد بخشؒ کی صحبت سے فیض حاصل کیا)۔ موصوف کی پہلی خلافت کا ظہور شیخ کی وفات کے ایک سال بعد ہوا، پھر اسے طاق نسیاں پہ رکھ کر چند سال پہلے 1991ء میں وفات پانے والے شیخ سے خلافت حاصل کرلی۔ 1994ء میں جب موصوف اردو بازار ایک معروف حکیم صاحب کے ہاں ہفتے میں دو دن حاضری بھرتے تھے اور گھنٹوں وہاں بیٹھے رہتے تھے، اس وقت موصوف کی خلافت کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا۔ بلکہ حضرت نفیس شاہ صاحبؒ کے ہاں بھی موصوف نے کبھی ذکر نہ کیا۔ تاکہ ان کی ترقی پذیر خلافت میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ موصوف اپنے بارے میں تو صفحات سیاہ کیے بیٹھے ہیں لیکن اپنے کسی شیخ طریقت کی سوانح یا حالات کا ذکر نہیں فرماتے:

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

موصوف نے جو شجرہ طیبہ قادری ہجویری شائع کیا ہے اس میں شیخ کامل کی چند شرائط لکھی ہیں کہ ''ایسے شخص کو مرشد بنایا جائے جو رموز آشنا اور منزل معرفت کا حامل ہو اور فن رہبری میں ماہر ہو۔ جو پابندی شریعت، تقویٰ وطہارت اور حسن معاملات سے آراستہ ہو کیونکہ جو شخص خود باعمل نہ ہو یا وہ نابینا ہو وہ دوسروں کی بھی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ بیعت ہوتے وقت احتیاط اس لئے بھی ضروری ہے کہ راہ سلوک میں رہزن بہت زیادہ اور رہبر بہت ہی کم ہیں، کہیں یہ نہ ہو کہ آدمی سراب کو دریا سمجھ کر پیاس بجھانے کی لاحاصل کوشش میں خود کو ہلاک کردے، یا ببول کو باغ ارم جان کر اپنے آپ کو لہولہان کردے اور آخرت میں سوائے خسارے اور نقصان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے۔''

ان ہی شرائط پر موصوف کے اعمال وکردار، طرز تحریر اور انداز تکلم کو جانچ لیا جائے۔ ہمارے بزرگوں (اہل مسلک دیوبند جن کے سوانح کتابی صورت میں موجود ہیں) کا کبھی بھی یہ طرز نہیں رہا جسے موصوف اپنائے بیٹھے ہیں۔

موصوف اپنی اس طویل قصہ گوئی کو مہمیز دیتے ہوئے خود پسندی کے تحت ''بونے جنات کا شاہی قلعے میں ہمارا استقبال'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''میں جب دیوان پر اترا تو ہر طرف جنات ہی جنات تھے لیکن دو جنات بونوں کی شکل میں تھے چھوٹے قد

ان کے جنازے یہ پڑھاتے ہیں، ان کے نکاحوں میں شریک ہوتے ہیں، ان کی خوشیوں، دکھوں میں آنا جانا ہے، افریقہ تک ان کی دھوم ہے۔اور دوسری طرف جوش خطابت میں فرما گئے کہ جن بونوں کی اکثریت انہیں جانتی نہیں، جب کہ سالہا سال سے موصوف کا وہاں آنا جانا ہے۔ بقول شاعر:

تھا دو قدم پہ میرے محبوب کا مکاں ☆☆☆ میں چار قدم نکل گیا جوش شباب میں

چنانچہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ: دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

اگر ایسا مخبوط الحواس شخص مُصر ہی ہو کہ اس نے جنات کو اصلی حالت میں دیکھا ہے (جیسا کہ تمام تحریر میں جا بجا یہی تاثر دیا گیا ہے) تو فقہا نے ایسے شخص کے بارے میں لکھا ہے: کہ ایسے شخص کی گواہی درست نہیں، کیونکہ یہ جھوٹا کذاب ہے۔

قال القشيري أظنه حرملة قال سمعت الشافعي يقول :من زعم أنه رأى الجن أبطلنا شهادته۔

(حلية الأولياء لأبي نعيم ۔ ذكر طوائف من جماهير النساك والعباد)

موصوف کے جھوٹ کے مزید نمونے ملاحظہ ہوں: ''بونے جنات کا دستر خوان'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''دعا کے بعد کھانے کے لیے دستر خوان لگے۔کھانے کیا تھے۔بس جنت کے مناظر یاد آئے۔ایسے ایسے پرندے بھون کر رکھے گئے تھے جن کے نام کبھی سنے نہیں تھے۔لیکن صحابی بابا نے ان کی تصدیق کی کہ یہ حلال ہیں۔بھوننے کا انداز عجیب تھا، سونے اور چاندی کی طشتریاں تھیں مخمل کے دستر خوان بچھے ہوئے تھے جنات غلام کھلانے والے بھی بونے۔کھانے والے بھی بونے۔ان سب جنات میں صرف میں ہی واحد انسان تھا جو اس شادی کی تقریب میں شامل تھا۔ہر طرف کھانے کی ریل پیل تھی میں نے کھانے کی ڈشیں گنیں تیئس ڈشیں تھیں۔تیئس قسم کے کھانے تھے ہر کھانا مختلف۔اس کھانے میں کچا گوشت بہت زیادہ رکھا ہوا تھا۔گائے کا بھی، بھینس کا بھی، اونٹ کا بھی، بکری کا بھی۔اس کی مثال میں آپ کو ایسے دوں گا جیسے گوشت پکاتے ہیں لیکن ہر گوشت کی مختلف ڈشیں ہوتی ہیں ہر جن کی اپنی ایک طبیعت ہے وہ گائے کا گوشت کھائے کچا، خون بھر کے رکھا ہوا تھا مختلف طشتریوں میں ذبح کرتے ہوئے ان کا جو خون نکلتا ہے اس کے علاوہ وہ کھانے بھی تھے جو ہم انسان کھاتے ہیں لیکن ہر کھانا اپنی ایک انفرادی منفرد لذت کے ساتھ۔کھانا کھایا اس کے بعد زعفران کا قہوہ پلایا گیا جو صرف اور صرف کوہ قاف سے پتے لائے جاتے ہیں ان پتوں کو زعفران سے پکایا جاتا ہے سونے اور چاندی کے فنجان میں وہ قہوہ پلایا گیا۔قہوہ کیا تھا کہ سب کھانے کو ایک منٹ میں ہضم کر دیا محسوس ہوا کہ ابھی اور بھوک لگ گئی ہے''۔

موصوف کا دین سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا کہ اسلام میں چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے میں۔جب احادیث میں اس کی نفی موجود ہو تو صحابی جن اس حکم کی کس طرح مخالفت کر سکتا ہے؟۔اپنی بڑائی بیان کرنے کے

ان کے جنازے یہ پڑھاتے ہیں، ان کے نکاحوں میں شریک ہوتے ہیں، ان کی خوشیوں، دکھوں میں آنا جانا ہے، افریقہ تک ان کی دھوم ہے۔ اور دوسری طرف جوش خطابت میں فرما گئے کہ جن بونوں کی اکثریت انہیں جانتی نہیں، جب کہ سالہا سال سے موصوف کا وہاں آنا جانا ہے۔ بقول شاعر:

تھا دو قدم پہ میرے محبوب کا مکاں ☆☆☆ میں چار قدم نکل گیا جوش شباب میں

چنانچہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ: دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

اگر ایسا مخبوط الحواس شخص مُصر ہی ہو کہ اس نے جنات کو اصلی حالت میں دیکھا ہے (جیسا کہ تمام تحریر میں جا بجا یہی تاثر دیا گیا ہے) تو فقہا نے ایسے شخص کے بارے میں لکھا ہے: کہ ایسے شخص کی گواہی درست نہیں، کیونکہ یہ جھوٹا کذاب ہے۔

قال القشيري أظنه حرملة قال سمعت الشافعي يقول :من زعم أنه رأى الجن أبطلنا شهادته۔

(حلية الأولياء لأبي نعيم ۔ ذكر طوائف من جماهير النساك والعباد)

موصوف کے جھوٹ کے مزید نمونے ملاحظہ ہوں: ''بونے جنات کا دسترخوان'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''دعا کے بعد کھانے کے لیے دسترخوان لگے۔ کھانے کیا تھے۔ بس جنت کے مناظر یاد آئے۔ ایسے ایسے پرندے بھون کر رکھے گئے تھے جن کے نام کبھی سنے نہیں تھے۔ لیکن صحابی بابا نے ان کی تصدیق کی کہ یہ حلال ہیں۔ بھوننے کا انداز عجیب تھا، سونے اور چاندی کی طشتریاں تھیں، مخمل کے دسترخوان بچھے ہوئے تھے جنات غلام کھلانے والے بھی بونے۔ کھانے والے بھی بونے۔ ان سب جنات میں صرف میں ہی واحد انسان تھا جو اس شادی کی تقریب میں شامل تھا۔ ہر طرف کھانے کی ریل پیل تھی میں نے کھانے کی ڈشیں گنیں تیس ڈشیں تھیں۔ تیس قسم کے کھانے تھے ہر کھانا مختلف۔ اس کھانے میں کچا گوشت بہت زیادہ رکھا ہوا تھا۔ گائے کا بھی، بھینس کا بھی، اونٹ کا بھی، بکری کا بھی۔ اس کی مثال میں آپ کو ایسے دوں گا جیسے گوشت پکاتے ہیں لیکن ہر گوشت کی مختلف ڈشیں ہوتی ہیں ہر جن کی اپنی ایک طبیعت ہے وہ گائے کا گوشت کھائے کچا، خون بھر کے رکھا ہوا تھا مختلف طشتریوں میں ذبح کرتے ہوئے ان کا جو خون نکلتا ہے اس کے علاوہ وہ کھانے بھی تھے جو ہم انسان کھاتے ہیں لیکن ہر کھانا اپنی ایک انفرادی منفرد لذت کے ساتھ۔ کھانا کھایا اس کے بعد زعفران کا قہوہ پلایا گیا جو صرف اور صرف کوہ قاف سے پتے لائے جاتے ہیں ان پتوں کو زعفران سے پکایا جاتا ہے سونے اور چاندی کے فنجان میں وہ قہوہ پلایا گیا۔ قہوہ کیا تھا کہ سب کھانے کو ایک منٹ میں ہضم کر دیا محسوس ہوا کہ ابھی اور بھوک لگ گئی ہے''۔

موصوف کا دین سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا کہ اسلام میں چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے میں۔ جب احادیث میں اس کی نفی موجود ہو تو صحابی جن اس حکم کی کس طرح مخالفت کر سکتا ہے؟۔ اپنی بڑائی بیان کرنے کے

جنون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی اور صحابی رضی اللہ عنہ کی توہین، اگر چہ یہ فرضی صحابی جن ہی ہو۔ قرآن تو دم مسفوح اور خنزیر کے گوشت کی حرمت ساتھ ساتھ بیان کرتا ہے (پارہ 8 سورۃ انعام، آیت 143) یہی نہیں بلکہ قرآن کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں (پارہ 9 سورۃ اعراف، آیت 157)۔

موصوف جدت اور بڑائی بیان کرنے کے لئے صحابی کی موجودگی میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پیش کروا رہے ہیں اور ساتھ ہی تازہ خون کا نادر مشروب بھی۔ استغفر اللہ۔ معلومات عامہ کا یہ حال ہے کہ قہوہ کے پتے ''کوہ قاف'' سے لا رہے ہیں۔ بچوں کے لئے لکھے گئے پرانے قصوں میں جنات اور پریوں کو ''کوہ قاف'' کی طرف منسوب کر دیا جاتا تھا۔ اس روسی ریاست کے لوگ برفیلے پہاڑوں میں رہتے ہیں اور انتہائی خوبصورت ہوتے ہیں۔ جنات کی مملکت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ سب فرضی کہانیاں ہیں۔ موصوف اسی کے سہارے وہاں سے قہوہ منگوا رہے ہیں۔

مخبوط الحواسی کا یہ عالم ہے، گزشتہ اقتباس میں موصوف لکھتے ہیں کہ ''دو جنات بونوں کی شکل میں تھے'' اور اسی واقعہ کے دوسرے اقتباس میں لکھتے ہیں کہ ''کھلانے والے بھی بونے۔ کھانے والے بھی بونے۔ ان سب جنات میں صرف میں ہی واحد انسان تھا''۔ غالباً موصوف انسانوں اور جنات کو اپنے سامنے دوزانو دیکھنا چاہتے ہیں اور لاشعور کے کسی کونے میں یہ ناآسودہ خواہش ضرور دبی ہوئی ہے جس کا اظہار کئی جگہ کر چکے ہیں اور درج ذیل سطور میں تو الہ دین کے چراغ والی کہانی دہرائی ہے۔ آپ ملاحظہ کیجئے اور خود فیصلہ کیجئے۔

''شاہی قلعے کے اندر طلسماتی محل کی سیر'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''چلتے ہوئے شاہی قلعے کے داروغہ جن نے مجھے ایک پتھر دیا جو میرے پاس ابھی تک موجود ہے اور آگے لے جا کر ایک دیوار کی طرف اشارہ کر کے بتانے لگے یہ پتھر دراصل اس دیوار کی چابی ہے اس دیوار کے پیچھے ایک اور شاہی محل ہے جو شاہی قلعے کا اصل طلسماتی محل ہے اور وہ طلسماتی محل کیا ہے۔ انہوں نے پتھر کو دیوار سے لگایا دیوار درمیان سے ہٹی اور ایسے ہٹی جیسے دروازہ ہٹتا ہے اور ہٹتے ہی وہاں ایک راستہ بنا۔ شاہی قلعے کا داروغہ جن آگے بڑھا۔ میں اپنے احباب حاجی صاحب اور صحابی بابا اور دوسروں کے ساتھ آگے بڑھا محسوس ایسے ہوتا تھا ہر چیز ابھی تازہ تازہ بنائی گئی ہے نہ بوسیدگی نہ ویرانی، وہاں کی دنیا اور تھی۔ آپ مجھے دیوانہ سمجھیں گے آپ میری باتوں کو داستانیں اور کہانیاں سمجھیں گے لیکن یاد رکھیے طلسمات کی دنیا اور ہوتی ہے جو ہر انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ پتھر کیا تھا؟ کوئی انوکھی سی چابی تھی، شاہی قلعے کے داروغہ جنات نے بس یوں پتھر لگایا اور یوں دیوار ایک طرف ہٹی اور ایک انوکھا سا خوبصورت دروازہ نکلا بہت خوبصورت شاہی دروازہ تھا، جس میں لعل جواہرات اور ہیرے جڑے

ہوئے تھے اور دروازہ ایسا خوبصورت معلوم ہوتا تھا کہ اسے ابھی ابھی تازہ لگایا ہے حالانکہ وہ صدیوں پرانا تھا اندر ایک راستہ تھا جہاں چھوٹے چھوٹے بونے جنات مسلسل انتظام واہتمام میں لگے ہوئے تھے اور ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں پہلے سے اطلاع ہے کہ ہم نے اس کے وزٹ کے لیے آنا ہے۔ آگے داروغہ تھا اور اس کے پیچھے میں تھا اور پیچھے صحابی بابا اور دوسرے حضرات تھے جب ہم اندر گئے تو اندر ایک اور نیا محل نظر آیا جو شاید ہمارے گمان اور وجود سے بھی بالاتر تھا۔ میں بہت حیران ہوا۔''

ان فضولیات کے بعد موصوف کے اپنے بیان کے مطابق انہیں دیوانہ کہنے کا جواز موجود ہے۔ اپنی بزرگی ثابت کرنے کے لئے یہاں بھی صحابی جن کو اپنے پیچھے رکھا ہے۔ **استغفر اللہ** ۔گمان سے بالاتر ہونا تو سمجھ آتا ہے، لیکن وجود سے بالاتر ہونا موصوف کے متشابہات میں سے ہے، جن کی تشریح الفاظ میں ممکن نہیں۔ ان فضولیات پر کیا تبصرہ کیا جائے؟۔

اس دیومالائی قصہ کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے'' طلسماتی محل کے اندر عجیب چہل پہل'' کے تحت لکھتے ہیں:

''ہر بونا اپنی انفرادی توجہ اور اہتمام میں لگا ہوا تھا۔ انتظامات خوب تھے۔ ایک سجا ہوا محل تھا، خوبصورت قالین، زرق برق لباس، زندگی کی ایک عجیب چہل پہل تھی، زندگی کی ایک عجیب گہما گہمی تھی، جگہ جگہ خوبصورت فوارے، خوبصورت دسترخوان بچھے ہوئے تھے۔ کمروں میں مخمل کے بستر لگے ہوئے تھے اور مخمل کے لباس لگے ہوئے تھے۔ خوبصورت پردے تھے۔ میں اس محل کا نقشہ کیسے کھینچوں۔ اس کی خوبصورتی کو کیسے بیان کروں۔ وہ ایک محل نہیں تھا طلسماتی دنیا کا انوکھا راز تھا۔ مجھے شاہی قلعے کے داروغے نے ایک ایک جگہ دکھائی ایک جگہ ایسی دکھائی کہ وہاں قدم رکھتے ہی ایک اور دروازہ کھلا اور اس دروازے کے اندر ایک اور چھوٹا سا محل نظر آیا جسے دیکھ کر عقل انسانی اور حیران رہ گئی چونکہ سفید پتھر کا بنا ہوا تھا۔

سفید پتھر کا سفید محل............جس میں ہر چیز سفید تھی، سفید پردے، سفید دیواریں، سفید بستر، سفید قالین، ایک عجیب چکا چوند اور چونکا دینے والا کائنات کا ایک عجیب عجوبہ تھا میں حیران اور محو حیرت تھا، داروغہ مجھے ایک ایک چیز دکھا رہا تھا، ایک جگہ سفید شیلف پر سفید چاندی کی بنی ہوئی کچھ کتابیں تھیں جن کے اوپر سفید انداز میں کائنات کی کچھ عجیب تحریر لکھی ہوئی تھی میں بہت حیران ہوا یہ کیا کائنات ہے؟ میں نے ان سے بہت سوالات کیے۔ ایک جگہ پتھر کی تختیوں پر مجھے کتابیں دکھائیں اور کتابوں پر تحریر لکھی تھی۔ اسی دوران انہوں نے مجھے کچھ سفید پتھر کی ایسی تختیاں دکھائیں جس پر کچھ تحریریں لکھی ہوئی تھیں۔ شاہی قلعہ کے داروغہ نے وہ تحریریں اٹھا کر میرے سامنے کیں، مجھے اس زبان کی سمجھ نہ آئی، میں ان تختیوں کو دیکھتا گیا، چند تختیوں کے بعد ایک تختی کے اوپر کچھ تحریریں لکھی ہوئی تھیں جس کا ترجمہ تھا یہ محل جنات نے ہی بنایا تھا اور جنات ہی اس میں رہیں گے اور جنات ہی اس میں رہتے

ہیں۔ یہاں کوئی انسان داخل نہیں ہو سکے گا۔ ہاں صرف وہی انسان داخل ہوگا۔ جسے جنات ازلی دوست اور ازلی بزرگ مانتے ہوں گے۔''

لیجئے، تان کہاں ٹوٹی، اس تمام فضول گوئی کا مقصد جنات میں اپنی بزرگی ثابت کرنا تھا تاکہ توہم پرست اور سادہ دل لوگ جنات کے ذریعہ کام نکلوانے کے لئے موصوف کی خدمات حاصل کریں اور انہیں مافوق الفطرت انسان تصور کریں۔ تحریر میں گرائمر کی اغلاط تو تھیں ہی، اس کے ساتھ ربط کا فقدان بھی ہے۔ پہلے کہتے ہیں کہ مجھے تختیوں کی زبان سمجھ نہ آئی لیکن آگے خود ہی ماہر لسانیات بن کر ترجمہ بھی کر دیا۔ یہ بھی بتا دیتے کہ زبان نہ جاننے کے باوجود یہ کشف کیسے ہوا؟ حیرت کی بات ہے کہ صحابی تو زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ ہوتے تھے، لیکن اس فرضی قصے میں صحابی جن نے اس شاہانہ طرز زندگی پر کوئی اعتراض بھی نہ کیا۔ زمانہ قدیم سے کتابوں کو درختوں کی چھال، کھال کے ٹکڑوں اور بعد میں کاغذ پر لکھا جا تا رہا ہے لیکن موصوف نے یہاں بھی انفرادیت ثابت کرنے کی خاطر کتابوں کو چاندی پر لکھوایا ہے۔ بلکہ اپنی بزرگی کو پتھروں پر نقش کروا دیا۔ تاکہ تاریخ میں ان کی یہ حماقتیں محفوظ ہو جائیں۔

اس بے سروپا قصہ کے اختتام پر موصوف کو یقین تھا کہ لوگ ان کی دماغی صحت کے بارے میں مشکوک ہو جائیں گے چنانچہ خود ہی یہ صفائی دینا شروع کر دی۔ لاشعور میں کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی قوت حاصل کرنے کا خبط ضرور موجود ہے، جو محال ہے، چنانچہ فرعون کی طرح جھوٹی تعریف سننے کی خواہش نے انگڑائی لینا شروع کی، اس کا نمونہ ملاحظہ ہو:

''داروغہ شاہی قلعہ کہنے لگا کہ حضور میری عمر اس وقت 736 سال ہے میرے پردادا نے ایک وصیت کی تھی کہ ایک شخص ایسا آئے گا جس میں آپ کا نام اور آپ کی شکل اور پورا حلیہ بیان کیا یہ صدیوں سے اس شخص کے انتظار میں ہے یہ اس کو دے دینا۔ میری دیرینہ خواہش تھی اب وہ وقت آن پہنچا ہے اور لمحہ آن پہنچا ہے اور آپ کو وہ روشنی کا وہ نورانی اور سنہری پیغام دیا جائے جو صدیوں سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ کہہ کر شاہی قلعہ کے داروغہ نے میرا ہاتھ چوما اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اور جتنے داروغے تھے سب نے میرا ہاتھ چومنا شروع کر دیا اور آن ہی آن میں بے شمار داروغوں نے میرے ہاتھ چومے میں خاموش کھڑا رہا، اللہ کی رحمت سے میرا سر جھک گیا اور اس کی عطا پر میری گردن سرنگوں ہوگئی کہ میں شاید اس قابل تھا یا واقعی نہیں تھا۔ یہ اندر کے خیال و گمان میری سوچ میں مسلسل تڑپ رہے تھے میں اسی میں کھویا ہوا تھا کہ شاہی قلعہ کے داروغہ نے مجھے نہایت ادب سے پکارا۔ ہمارے آقا! آیئے ہم آپ کو ایک اور چیز دکھاتے ہیں۔ میں اس مرمری سفید محل کو مسلسل دیکھتا رہا محل کیا تھا۔ ایک انوکھی دنیا ایک انوکھا نظام، ایک انوکھی دنیا کی انوکھی کیفیت تھی۔ میں جس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا وہاں جا کر کائنات کے

لے جائیں۔ میں نے پتھر اپنے پاس رکھ لیا اور اپنی عباء کی جیب میں ڈال لیا۔''

''یہ ساری کائنات میرے اندر گھومتی چلی گئی............ میں ان ہی خیالات میں گھوم رہا تھا کہ شاہی قلعہ کے داروغہ نے مجھے کہا کہ آپ کو ایک مہمان ملنا چاہتے ہیں، وہ ہمارے جنات میں سے ہیں۔ انہوں نے آپ کا تذکرہ سنا تھا کہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں وہ آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو جب بلایا، وہی تھے جنہوں نے اپنے والد کی فوتگی میں مجھے سورۃ الفاتحہ کا عمل دیا تھا۔............ کہنے لگے مجھے پتا چلا کہ آپ یہاں تشریف لائے۔ یہ بونوں کی دنیا کے جنات ہمارے دوست ہیں اور پھر ان سے میرا مزید تعارف کرانے لگے۔ میں نے داروغہ جنات یعنی شاہی قلعہ کے داروغہ کو ان کی ایک خاص عطا کا بتایا جو انہوں نے مجھے اپنے والد کے آخری دم پر سورۃ الفاتحہ کا عمل دیا تھا تو شاہی قلعہ کے داروغہ نے بتایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ ان کے والد میرے دوست تھے اور میرے والد کے دوست تھے انہوں نے ایک دفعہ یہ عمل دہلی کے ایک بزرگ شیخ حفیظ برمی رحمۃ اللہ علیہ جو دہلی کی شاہی مسجد کے قریب ایک حجرے میں رہتے تھے بہت صاحب کمال اور صاحب مراقبہ درویش تھے وہ اس کے عامل تھے .... شیخ برمی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص لاہور کے شاہی قلعے کے اندر شاہی دور کی بنی ہوئی کسی بھی مسجد لیکن شرط یہ ہے کہ پرانی مسجد ہو اور پرانے دور کی بنی ہو اس میں کرے تو اسکی کوئی بھی مراد ہو پوری ہوگی۔ تو شاہی دور کے داروغہ کہنے لگے کہ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار انسانوں کو آتے دیکھا اور یہاں سے مراد پاتے دیکھا۔ اور وہ مراد ہر اس شخص کو ملتی تھی جو یہاں آ کر عمل کرتا تھا کسی کو یہ پہلی دفعہ مل جاتی تھی کسی کو چند بار آنے سے، عورت ہو یا مرد............ مراد ملتی تھی۔''

موصوف کے برآمد کردہ شیخ حفیظ برمی جس قدر بھی بڑے بزرگ ہوں، لیکن ان کے وظیفہ کی تلقین کردہ شرائط اسلامی تعلیمات کے مخالف ہیں۔ احادیث مبارکہ میں دعا کی قبولیت کے مختلف اوقات اور مقامات ذکر ہوئے ہیں، موصوف ان سے ہٹ کر نئے مقامات کو اپنی شرائط کے مطابق مقبول کروانا چاہتے ہیں۔ یقیناً بہت جرأت کی بات ہے۔ اس کی فضول توجیہ ان کی زبانی سنیئے:

''میں نے شاہی قلعہ کے دروغہ سے ایک سوال کیا میں ایک بات پر حیران ہوں آخر یہ عمل شاہی قلعے کی موتی مسجد میں ہی کیوں چلتا ہے؟۔ کہنے لگا: یہ عمل ہر جگہ فائدہ دیتا ہے دنیا کے کسی کونے میں پڑھے فائدہ دے گا لیکن موتی مسجد شاہی قلعہ میں اس کی تاثیر سو گنا بڑھ جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں نیک اور صالح بونے جنات ہر وقت اسی عمل کو کرتے رہتے ہیں اور جو بھی شخص یہاں آتا ہے یہ اس کے اوپر خوشبو کا چھڑکاؤ کرتے ہیں جو کہ ہر شخص کو پتا نہیں چلتا۔''

اس افسانوی قصے سے موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان بونے جنات کے خوشبو چھڑکنے کی وجہ

لے جائیں۔میں نے پتھر اپنے پاس رکھ لیا اور اپنی عباء کی جیب میں ڈال لیا۔''

''یہ ساری کائنات میرے اندر گھومتی چلی گئی............میں ان ہی خیالات میں گھوم رہا تھا کہ شاہی قلعہ کے داروغہ نے مجھے کہا کہ آپ کو ایک مہمان ملنا چاہتے ہیں، وہ ہمارے جنات میں سے ہیں۔انہوں نے آپ کا تذکرہ سنا تھا کہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں وہ آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔میں نے ان کو جب بلایا، وہی تھے جنہوں نے اپنے والد کی فوتگی میں مجھے سورۃ الفاتحہ کا عمل دیا تھا۔...........کہنے لگے مجھے پتا چلا کہ آپ یہاں تشریف لائے۔یہ بونوں کی دنیا کے جنات ہمارے دوست ہیں اور پھر ان سے میرا مزید تعارف کرانے لگے۔میں نے داروغہ جنات یعنی شاہی قلعہ کے داروغہ کو ان کی ایک خاص عطا کا بتایا جو انہوں نے مجھے اپنے والد کے آخری دم پر سورۃ الفاتحہ کا عمل دیا تھا تو شاہی قلعہ کے داروغہ نے بتایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ ان کے والد میرے دوست تھے اور میرے والد کے دوست تھے انہوں نے ایک دفعہ یہ عمل دہلی کے ایک بزرگ شیخ حفیظ برمی رحمۃ اللہ علیہ جو دہلی کی شاہی مسجد کے قریب ایک حجرے میں رہتے تھے بہت صاحب کمال اور صاحب مراقبہ درویش تھے وہ اس کے عامل تھے ....شیخ برمی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص لاہور کے شاہی قلعے کے اندر شاہی دور کی بنی ہوئی کسی بھی مسجد لیکن شرط یہ ہے کہ پرانی مسجد ہو اور پرانے دور کی بنی ہو اس میں کرے تو اسکی کوئی بھی مراد ہو پوری ہوگی۔تو شاہی دور کے داروغہ کہنے لگے کہ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار انسانوں کو آتے دیکھا اور یہاں سے مراد پاتے دیکھا۔اور وہ مراد ہر اس شخص کو ملتی تھی جو یہاں آ کر عمل کرتا تھا کسی کو یہ پہلی دفعہ مل جاتی تھی کسی کو چند بار آنے سے، عورت ہو یا مرد............مراد ملتی تھی۔''

موصوف کے برآمد کردہ شیخ حفیظ برمی جس قدر بھی بڑے بزرگ ہوں، لیکن ان کے وظیفہ کی تلقین کردہ شرائط اسلامی تعلیمات کے مخالف ہیں۔احادیث مبارکہ میں دعا کی قبولیت کے مختلف اوقات اور مقامات ذکر ہوئے ہیں، موصوف ان سے ہٹ کر نئے مقامات کو اپنی شرائط کے مطابق مقبول کروانا چاہتے ہیں۔یقیناً بہت جرأت کی بات ہے۔اس کی فضول توجیہہ ان کی زبانی سنیئے:

''میں نے شاہی قلعہ کے دروغہ سے ایک سوال کیا میں ایک بات پر حیران ہوں آخر یہ عمل شاہی قلعے کی موتی مسجد میں ہی کیوں چلتا ہے؟۔کہنے لگا: یہ عمل ہر جگہ فائدہ دیتا ہے دنیا کے کسی کونے میں پڑھے فائدہ دے گا لیکن موتی مسجد شاہی قلعہ میں اس کی تاثیر سو گنا بڑھ جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں نیک اور صالح بونے جنات ہر وقت اسی عمل کو کرتے رہتے ہیں اور جو بھی شخص یہاں آتا ہے یہ اس کے اوپر خوشبو کا چھڑکاؤ کرتے ہیں جو کہ ہر شخص کو پتا نہیں چلتا۔''

اس افسانوی قصے سے موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان بونے جنات کے خوشبو چھڑکنے کی وجہ

سے دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے۔خدا جانے بو نے جنات اوران کی خوشبو دعا کی قبولیت کا معیار کب سے ہو گئے؟ ۔موصوف کی اگلی بڑ ملاحظہ ہو:

''قارئین: یہ ایک میرا تجربہ تھا،شاہی قلعہ کے تہہ خانوں سے دوستی اور ویرانوں سے محبت میری بہت پرانی ہے۔ ویسے بھی قبرستانوں اور ویرانوں سے دوستی میرے دل کو بھاتی ہے۔ کیونکہ قبرستانوں اور ویرانوں میں روحوں کے ٹھکانے اور جنات کے ٹھکانے ہوتے ہیں اور روحوں سے تعلق اور جنات سے تعلق میرا من بھاتا، دل پسند مشغلہ اور میری روح کی غذا ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو اس عمل کے کرنے کی اجازت بھی دی اور بہت سے لوگوں کو اس عمل کرنے کی ترکیب بتادی۔''

موصوف کو الفاظ کی تراکیب کا بھی ذوق نہیں۔''من بھاتا کھاجا'' ہوتا ہے، تعلق من بھاتا نہیں ہوتا۔ نیز تعلقات کو مشغلہ لکھنا، انتہائی کمزور فکر کی علامت ہے۔تعلقات مضبوط بنیادوں پر ترقی پاتے ہیں اور ''دل پسند مشغلہ'' یہ تفریح طبع کے لئے ہوسکتا ہے، اسی طرح ''روحوں اور جنات کے ٹھکانے'' اور دیگر تراکیب لفظیہ صاف بتلارہی ہیں کہ یہ سب باتیں ڈائجسٹوں کی کہانیوں سے ماخوذ ہیں۔آیئے موصوف کی ادبی اور فکری سوچ کا مزید جائزہ لیں:

''ایک بار ایک دوست جن نے ایک بات بتائی، کہنے لگے کہ آپ سے سن کر میں نے یہ عمل کئی جنات کو بتایا اور بے شمار جنات نے یہ عمل کیا اور جس جن نے بھی یہ عمل کیا اس جن نے اپنی مراد کو پایا۔ جنات کے قافلے کے قافلے موتی مسجد میں پوری دنیا سے اس عمل کو کرنے آتے ہیں۔ قارئین ایک وضاحت نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ ضروری نہیں کہ آپ اس عمل کو لاہور کے شاہی قلعہ کی موتی مسجد میں کریں۔آپ دنیا کے کسی کونے میں بھی کرسکتے ہیں اس کی تاثیر، اس کا فائدہ سوفیصد ملے گا لیکن موتی مسجد میں اس کے فوائد اور کمالات ان نیک اور صالح جنات کی شمولیت کی وجہ سے اس کی تاثیر اور بڑھا دیتا ہے اس میں نفع اور زیادہ ہوتا ہے۔''

لیجئے! موصوف جنات کو حج اور عمرے پر بھیجنے کی بجائے، شاہی قلعہ کی موتی مسجد میں جنات کے قافلے کے قافلے پوری دنیا سے اس عمل کو کرنے کے لئے منگوارہے ہیں۔موصوف کی روانی قلم دیکھیے کہ جھوٹ لکھتے ہوئے قلم میں جنبش بھی نہ ہوئی۔ان کے پاس شاید جنات کا کوئی LIVE TV چینل موجود ہے جس سے تمام معلومات حاصل کر کے نئی سے نئی پھلجھڑیاں چھوڑتے ہیں۔اب موصوف اپنی خداترسی اور غریب پروری کی تشہیر یوں کرتے ہیں:

''ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ایک غریب اور سفید پوش جن کی دعوت میں میں اس کے گھر گیا۔ بہت عرصے سے وہ غریب جن مجھے دعوت دے رہا تھا، کہہ رہا تھا کہ آپ میرے ہاں آئیں۔ وقت نہیں ملتا تھا لیکن عرصہ دراز سے دعوت اور اس کی بار بار اصرار اور اس کی دلجوئی کی خاطر آخر کار میں اس کے گھر گیا۔ بلوچستان کے ویرانوں میں سنگلاخ پہاڑوں میں ان کا قبیلہ رہتا ہے۔ان کا وہ گھر پرانا اور ٹوٹا پھوٹا تھا۔گھر تو پرانا تھا لیکن خلوص بہت زیادہ

،محبت اور پیار بہت زیادہ تھا۔ میں ان کے گھر کے اندر بیٹھا تو مجھے کہنے لگے، اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کو اپنے آبائی گھر لے چلیں۔ تو میں نے پوچھا کہ یہ آپ کا آبائی گھر نہیں؟ کہنے لگے نہیں، ہمارے باپ دادا جن گھروں میں رہتے تھے وہ گھر اور ہے جن میں ہم اپنے خاص مہمانوں کو ٹھہراتے ہیں اور ہمارے خاص مہمان ہی اس میں ٹھہر سکتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے چلیں۔ چند ہی قدم کے فاصلے پر میں گیا تو دیکھا جیسے مصر کے اہرام ہوتے ہیں، ویسے ہی لکڑی کے تختوں سے بنے ہوئے گھر تھے اور باہر سے لکڑی بہت پرانی ہو چکی تھی لیکن اندر سے اس کو بہت صاف ستھرا کیا ہوا تھا۔ جب اس کا دروازہ کھولا تو اس گھر کے اندر میں داخل ہوا وہ گھر بالکل تکون نما جس طرح اہرام مصر ہے بالکل اسی طرح بنا ہوا تھا جس میں تین انسان با آسانی سو سکتے تھے کیونکہ (جنات) اپنی اصلی حالت میں وجود نہیں لیتے۔'' (کمزور انشاء کے ذریعہ موصوف شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جنات اصلی حالت میں جگہ نہیں گھیرتے۔ لیکن یہ نظریہ بھی غلط ہے۔ جنات غیر مرئی چیز ہیں یعنی نظر نہ آنے والی۔ لیکن غیر مادی چیز نہیں، اس لئے جگہ بھی گھیریں گے۔ جنات کے کھانے پینے کا اور ان کے وجود کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ از مؤلف)

موصوف آگے لکھتے ہیں:

''ہم میں سے اگر کوئی جن کہے گا کہ سب سے اچھا گھر تو ہم اسے شفائی گھر کہتے ہیں کیونکہ اس گھر کے اندر شفاء ہی شفاء ہے۔ شفائی گھر اس لئے کہتے ہیں کہ اس گھر میں جو بھی رہتا ہے شفاء پاتا ہے۔''

(تعجب ہے کہ انسان تو ترقی کر کے علاج کے جدید طریقے اختیار کر رہا ہے۔ لیکن موصوف کی دیومالائی کہانی کے مطابق جنات ابھی تک ترقی سے کوسوں دور ہیں۔ از مؤلف)

''ان گھروں کے اوپر کائنات کی ساری روحانی شفائیں، نورانیت، نور اور برکت ان گھروں پر متوجہ ہو جاتی ہے اور کائنات کا شمسی اور قمری نظام اور ان کے اندر کی روحانیت اور نورانیت اور ان کے اندر کی ساری جاذبیت اس گھر میں جذب ہو جاتی ہے اور جو بھی اس گھر میں رہتا ہے کوئی بیماری اس کے قریب نہیں آتی، کوئی دکھ اس کے قریب نہیں آتا۔ نفسیاتی بیماریاں، ذہنی الجھنیں، اعصابی کھچاؤ، تناؤ اس گھر میں رہنے والے کے قریب نہیں آتے۔ وہ شخص سدا خوشحال رہتا ہے، تندرست ہوتا ہے، صحت مند ہوتا ہے جو اس گھر میں رہتا ہے۔''

موصوف کو بے پر کی ہانکتے ہوئے یہ بھی خیال نہ رہا کہ ان کی کہانی متضاد چیزوں کا مجموعہ بن چکی ہے۔ کائنات کا شمسی نظام تو سب کو معلوم ہے لیکن کائنات کا قمری نظام، موصوف کی اصطلاحات تصوف، تسبیح خانہ، درود محل وغیرہ کی طرح ان کی اپنی اصطلاح ہے جو دنیا میں کہیں بھی نہیں۔ پچھلی سطور میں موصوف پریشان حال جنات کو مشکلات کے حل کے عمل بتلا رہے تھے۔ اور اب ''شفائی گھر'' کے فضائل میں کہہ رہے ہیں کہ اس میں رہنے والوں کو ہر طرح کے دکھ سے نجات مل جاتی ہے۔ جنات کے پاس اگر اس طرح کے شفائی گھر ہوں تو کسی بھی جن کو کوئی پریشانی نہ

ہو۔اور وہ موصوف کو اپنی بپتا سنانے کے لئے بے چین نہ ہوں۔بہر حال موصوف کی قصہ گوئی کا اگلا حصہ ملاحظہ ہو:

’’میں ان سے کہنے لگا: کہ ایسا ممکن نہیں،کوئی انسان دکھائیں جو اس گھر میں رہتا ہو؟۔کہنے لگا اگر آپ اجازت دیں تو ہم سواری پر آپ کو ابھی لے جاتے ہیں اور انسانوں سے ملاتے ہیں۔اس دوران ہم کھانا کھا چکے تھے۔ان کا سادہ اور لذیذ کھانا تھا۔ان کی ہوائی سواری (گدھ) فوراً آئی،ہم اس پر بیٹھے بہت دیر تک چلتے چلتے وہ انوکھی انسانی آبادی میں جا پہنچے۔میں دیکھ کر حیران ہوا،وہاں لوگوں نے اپنے گھروں کے اندر لکڑی کے شفائی گھر بنائے ہوئے تھے۔یعنی وہ گھر جن کی شکل بالکل اہرام مصر کی طرح تکون تھی۔میں ان لوگوں سے جا کر ملا،ان کی زبان اردو نہیں تھی،ترجمہ اس غریب جن کے بیٹے نے کرایا۔‘‘

موصوف کو جو کچھ نظر آیا وہ آج تک سیٹلائٹ ٹیکنالوجی بھی نہ ڈھونڈ سکی۔آج کی ترقی یافتہ دنیا ان انسانوں اور ان کی طرز رہائش سے بے خبر ہے۔موصوف کے اختلال ذہنی کی پیداوار یہ انسان ضروریات زندگی کے لئے بیرونی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں؟۔یا لکڑی کے گھر بنا کر پتوں سے جسم ڈھانپتے ہیں اور پتھروں سے جانوروں کا شکار کرتے ہیں؟۔ایسی فضولیات بیان کرتے ہوئے موصوف افیون کی پینک میں تھے کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ لکڑی کو کاٹنے،تراشنے اور جوڑنے کے لئے مہارت کے ساتھ ساتھ دیگر اشیاء کی بھی ضرورت ہے؟۔ان گھروں میں رہنے کے لئے تمام ضروریات زندگی کی چیزیں درکار ہیں،جو بیرونی دنیا سے رابطے کے بغیر ممکن نہیں۔معاشرتی زندگی میں سینکڑوں دیگر ضروریات ہیں جن کے بغیر گذارہ نہیں۔چنانچہ ان تمام ضروریات کے لئے انہیں دنیا کی دوسری اقوام سے رابطہ کرنا ہوگا۔جو موصوف کے علاوہ کسی اور سے نہیں ہوا۔موصوف جو جنات کی زبان سمجھ لیتے ہیں،ان انسانوں کی زبان سمجھنے سے قاصر رہے،حالانکہ جنات کی بھی مختلف زبانیں ہوں گی کیوں کہ وہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔کیا موصوف ان لاکھوں جنات کی مختلف زبانیں جانتے ہیں؟۔ان کو وعظ و نصیحت اور خطاب کس زبان میں کرتے ہیں؟۔سرائیکی،پنجابی،اردو یا جنات کے ہر طبقے کے مطابق؟۔موصوف کے جنات کے خطبات بھی اگر ترجمہ ہو کر شائع ہو جائیں تو پڑھے لکھے جنات کے گھروں میں بھی پہنچ جائیں اور انسانوں کو بھی مستفید کر دیں۔بہر حال آگے چلتے ہیں:

’’اور پھر مجھے اب پتا چلا کہ مصر کے فرعونوں نے جو اہرام بنائے تھے اور اتنے بڑے بڑے پتھر جو آج کی انسانی دنیا اور انسانی عقل حیران ہے اور آج کی طاقتور ترین لفٹیں بھی اتنا اونچا اور بڑا پتھر نہیں اٹھا سکتی۔اب معلوم ہوا کہ اس کے بنانے میں جنات کا ہاتھ ہے اور مجھے جنات نے بتایا کہ ہمارے بڑوں سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ ہم نے یہ مکان بنائے تھے اور اپنی طرز اور اپنے انداز میں بنائے تھے۔ہم چونکہ اسی میں رہتے ہیں اور جو خاص بات انہوں نے بتائی کہ ہمارے پڑھے لکھے باشعور اور مالدار جنات ایسے گھروں میں رہیں گے اور انہی گھروں میں رہتے

ہیں۔‘‘

موصوف نے جنات میں بھی طبقاتی تقسیم کردی۔ مالدار جنات شفائی گھروں میں رہیں تا کہ انہیں بیماریاں، پریشانیاں اور نفسیاتی الجھنیں لاحق نہ ہوں۔ اور غریب جنات جناتی ہسپتالوں میں دھکے کھائیں۔ بلکہ موصوف سے تاریخیں لیتے پھریں۔ اہرام مصر پر موصوف کی لاف زنی ظاہر کرتی ہے یہ علم تاریخ سے کورے ہیں۔ اہرام مصر پر آثار قدیمہ کے باقاعدہ تحقیقی ادارے موجود ہیں اور ان کی تحقیقات شائع ہو چکی ہیں کہ اہرام کے بڑے بڑے پتھر اوپر پہنچانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا گیا؟ یہ سب انسانی ہاتھوں اور ذہین دماغوں کا کمال ہے۔ نیز قوم ثمود جو انسان تھے اور پہاڑوں کو تراش کران میں رہائش رکھتے تھے۔ قرآن میں ان کے اس فن سنگ تراشی کا ذکر ہے، لیکن اس میں جنات کی معاونت کہیں مذکور نہیں۔ لیکن موصوف تقدیس کا ہالہ اوڑھے اپنے معتقدین کے جھرمٹ میں حماقتوں کی ظلمتیں بکھیرتے چلے جا رہے ہیں۔

ہم نے موصوف کے ماہنامہ کے صرف ایک شمارہ کا تجزیہ پیش کیا ہے ایسی خرافات عرصہ چار سال سے لوگوں کے ذہنوں میں ڈالی جا رہی ہیں۔ اس سے پہلے چار سال کے شماروں میں جو گوہر نایاب ہوگا وہ بھی ظاہر ہے۔

موصوف اپنے ماہنامہ پر زیر سرپرستی، مولانا محمد کلیم صدیقی پھلتی کا نام بھی تحریر کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ یہاں کلیم صدیقی صاحب کا کچھ تعارف پیش کر دیا جائے تا کہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ دونوں میں کس قدر صفات مشترک ہیں ،صرف ایک فرق کے ساتھ،موصوف عالم نہیں اور کلیم پھلتی صاحب عالم ہیں اور خود کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا خلیفہ بتاتے ہیں۔ جب کہ حضرت علی میاںؒ کے خلفاء کی شائع شدہ فہرست کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ،ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جو مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی ندویؒ کے بڑے بیٹے ہیں،ان کے خلیفہ ہونے کے انکاری ہیں۔ اسی طرح ان کے چھوٹے بھائی مولانا سید محمد الخامس المعروف واضح رشید ندوی دامت برکاتہم بھی۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ،صدر شعبہ شرعیہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ کے بھائی مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی ندویؒ کے نواسے ہیں۔ حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ نے اپنی خانقاہ ’’خانقاہ سید احمد شہید‘‘ واقع سگیاں پل لاہور کا سرپرست مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ کو بنایا تھا۔ لکھنؤ سے شائع ہونے والی کتاب ’’کلیم پھلتی اپنے دعوؤں اور اعترافات کے آئینہ میں از مولانا سید سلمان حسینی ندوی‘‘ کے پہلے ایڈیشن میں مولانا لکھتے ہیں:۔

’’مسئلہ کا تعلق اگر دین سے، لوگوں کی غلط طور پر خوش عقیدگی اور تحریف کے خطرات سے نہ ہوتا تو میں اپنا وقت اس کام میں ضائع نہ کرتا۔ لیکن معاملہ دین کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کا ہے۔ ہمارے بزرگوں کے

استحصال کا ہے، اس لئے کرہاً اور اضطراراً یہ سطور لکھنا پڑیں۔ سلمان حسینی ندوی۔2۔اگست 1994''

کلیم صدیقی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک خط تیار کیا جس میں مرسل کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی کہ کلیم صدیقی سے استفادہ کرو، اور اصلاح نفس کا تعلق قائم کرو۔ اسی طرح حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کا فرضی خط اور دیگر جعلی خطوط کا مجموعہ 7 محرم الحرام 1415ھ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور بتایا کہ کلیم صدیقی عرب اور دیگر ممالک میں خود کو آپ کا خلیفہ بتا کر چندہ اکٹھا کرتا ہے۔ موصوف کلیم صدیقی کو ندوہ بلوایا گیا اور اس نے تحریری اعتراف کے بعد معافی مانگی ۔لیکن پھر اپنی پرانی روش کو اختیار کرتے ہوئے جعلسازی شروع کر دی۔ چنانچہ 23۔ مارچ 2011 کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آ کر دوبارہ تحریری معافی مانگی۔ لیکن اعترافات اور معافی کے بعد سہ بار پھر اسی روش پر گامزن ہو گئے تو مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ نے 4۔ جنوری 2013 کو تمام اعترافات کے ساتھ اس کتابچہ کو شائع کروایا۔ اس میں کلیم صدیقی کے اپنے پیڈ پر اپنے قلم سے جعلسازی کے اعترافات اور معافی نامے کی فوٹو کاپیاں موجود ہیں۔

کلیم صدیقی تو تھے مولانا، اس لئے ان پر گرفت کرنے والے ان کے اساتذہ بھی موجود تھے اور جن کی طرف خلافت کی نسبت کی تھی، وہ خود زندہ تھے۔ چنانچہ موصوف ہر دفعہ پکڑے جاتے تھے۔لیکن پاکستانی موصوف جو علامہ کے روپ میں ہیں انہوں نے اپنی خلافت حضرت مولانا موسیٰ خان صاحبؒ کی طرف سے ارتقائی منازل طے کروا کے مدینہ منورہ منتقل کر دی ہے اب ان کی خلافت کو چیلنج کرنے کے لئے جنت البقیع سے تحریر کون لائے گا؟۔ دین وعقل جب حجت نہ رہ جائیں تو خرافات تماشہ خرابات اسی طرح دکھاتی ہیں۔

بعض خوش عقیدہ اور اولیاء کے معتقد مان لینے کی جرات نہیں کر پا رہے ہوں گے۔ روحانیت بمعنی اخلاص ہے، بمعنی معصومیت نہیں، تو اس میں کس کو اختلاف ہے؟۔ جہاں کذب اور دھوکہ کو دینی وجاہت کا ذریعہ بنایا گیا ہو جو بعد میں کسی بڑے فتنہ کا باعث بن سکتا ہے وہاں مصلحت دنیاوی اختیار کرنا درست نہیں۔

موصوف ''کشف اور پراسرار روحانی قوتوں کا حصول'' کے صفحہ 171 پر سید سلیمان شاہ گیلانی کے مضمون کو ماہنامہ حکایت، پٹیالہ گراؤنڈز دمیو ہسپتال لاہور، ماہ اکتوبر 1991ء سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ روحانیت کوئی ایک موضوع نہیں ہے جسے ایک ہی مضمون میں سمیٹ کر واضح کر دیا جائے۔ ذرا ان معجزوں پر غور کریں، ابوجہل کی بند مٹھی میں کنکریوں کا گواہی دینا، ایک مٹھی خاک اور کفار کا پسپا ہو جانا، آشوب چشم کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کمان میں فوج روانہ کرنا، ایک سالار فوج کا سر شام ٹیلے پر کھڑے ہو کر جنگل میں یہ اعلان کرنا کہ ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات اس جگہ قیام کریں گے اور پھر سب نے دیکھا جو

موذی بھیڑیا تھا یا اژدھا، شیر تھا یا چیتا، اپنا انڈا، بچہ منہ میں دبائے اس جگہ کو چھوڑ گیا۔ سر بازار پتھر پڑ رہے تھے اور سر مبارک سے خون نعلین تک پہنچ رہا تھا مگر لب پر صرف ایک ہی گزارش تھی "یہ تیرے بندے ابھی مجھے پہچانتے نہیں، میں نے انہیں معاف کیا تو بھی معاف فرما دیجیو میرے رب"۔ کہہ سکو تو کہو کہ مٹی کی کنکریاں کہاں زبان رکھتی ہیں۔ جنگلی جانور کب عربی، عجمی، فارسی زبان سمجھتے ہیں؟ اور خیبر ایک ہاتھ سے اکھاڑ پھینکنا کیسے ممکن ہوا؟۔ لیکن کوئی ہے جو انکار کی جراءت کر سکے؟۔ انکار کے حق میں کسی کے پاس کوئی دلیل ہے؟۔ میرے اس مختصر سے مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ روحانیت ایک علم ہے جس کے حصول کے لئے رات کی شب بیداری کی، اپنا من مارنے کی ضرورت ہے۔ اس بحر بیکراں سے گوہر حاصل کرنے کی صلاحیت ہر کسی میں موجود ہے لیکن اس صلاحیت کے استعمال کے لئے جان لیوا جدوجہد کی ضرورت ہے"۔

موصوف کا نقل کردہ حوالہ جہالت کا مرقع ہے جو مضمون نگار اور ناقل دونوں کی ذہنی عکاسی کر رہا ہے۔ روحانیت حاصل کرنے کے لئے جان لیوا جدوجہد کی ضرورت بیان کی جا رہی ہے۔ کیا روحانیت ماؤنٹ ایورسٹ پر جا کر جھنڈا گاڑنے کا نام ہے یا کسی خطرناک چیز سے مقابلہ کرنے کا؟۔ نبی کے معجزات یا صحابہ کی کرامات کو روحانیت کا نام دینا، بیواقوفی ہے۔ دونوں چیزیں کسبی نہیں ہوتیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہے ظہور پذیر کر دیتا ہے۔

موصوف نے ماہنامہ حکایت اور سیارہ ڈائجسٹ لاہور کے مختلف شماروں سے روحانیت پر مواد اکٹھا کر کے "کشف اور پراسرار روحانی قوتوں کا حصول" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ موصوف کو جہاں خطرہ محسوس ہوا اس مضمون پر "مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں، از مؤلف" لکھوا دیا۔ موصوف کو اگر اتفاق نہیں تو ایسے مضمون کو نقل کرنے کی کیا مجبوری تھی؟۔ ہم ذیل میں جو اقتباسات پیش کر رہے ہیں، ان سے موصوف نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ چنانچہ ایسے گمراہ کن خیالات کو نقل کرنا ہی اس کی تائید ہے۔

موصوف "کشف اور پراسرار روحانی قوتوں کا حصول" کے صفحہ 184 پر سید سلیمان شاہ گیلانی کے خیالات کو ماہنامہ حکایت، ماہ جنوری 1982ء سے نقل کر کے لکھتے ہیں: "علم روحانیت بڑا ہی طویل موضوع ہے...... یہ قوت ناقابل تسخیر ہے، روحانیت کسی کی اجارہ داری نہیں ہے"۔

موصوف اسی کتاب کے صفحہ 201 پر سید سلیمان شاہ گیلانی کے خیالات کو ماہنامہ حکایت، ماہ مارچ 1983ء سے نقل کر کے لکھتے ہیں: "کسی بھی مذہب اور عقیدے کا شخص اپنے اندر یہ طاقت پیدا کر سکتا ہے۔"

ان عبارات مذکورہ بالا سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوشش سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے معجزات اور صحابہ رضوان اللہ اجمعین والی کرامات کی صلاحیت حاصل ہو سکتی ہے (نعوذ باللہ) نیز یہ روحانیت کسبی چیزیں ہیں اور مجاہدے سے کسی بھی مذہب اور عقیدے کا شخص یہ معجزات یا کرامات دکھا سکتا ہے۔ اس ملحدانہ عقیدہ کی توجیہہ تو صاحب تحریر یا

مؤلف موصوف یا ان کے معتقد ہی کریں گے۔لیکن ہر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ معجزات اور کرامات، مجاہدات سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ من جانب اللہ ہوتے ہیں اور نبی یا ولی سے خود بخود اوران کی خواہش پر ظہور پذیر نہیں ہوتے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہتے ہیں اور جس کے ذریعہ، جہاں چاہتے ہیں، معجزہ یا کرامت ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔اور کسی بے دین یا بدعقیدہ سے خلاف عادت کوئی عجیب بات ظاہر ہو جائے تو یہ کرامت نہیں استدراج ہے، لوگ اس خلاف عادت عجیب بات کو کرامت سمجھ کر اس کے معتقد ہو جاتے ہیں، چنانچہ مال و دولت اور دنیوی عزت وراحت کے راستے اس کے لئے کھل جاتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا رایت الله عزوجل يعطى العبد على معاصيه مايحب فانما هو استدراج ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم : فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيئ حتىٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذاهم مبلسون۔**

''جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کی معصیت اور نافرمانی کے باوجود دنیا کی وہ نعمتیں (مال ودولت، راحت و عزت وغیرہ) دے رہا ہے، جن کا وہ بندہ خواہاں اور طالب ہے تو سمجھ لو وہ اس کے حق میں استدراج ہے۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **فلما نسوا ما ذكروا به۔۔۔** جب انہوں نے بھلا دیا ان باتوں کو جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے کھول دیئے ان پر دنیا کی سب نعمتوں کے دروازے، یہاں تک کہ جب وہ ان نعمتوں کے ملنے پر خوب مست ہوئے اور اترائے تو ہم نے ایک دم ان کو اپنی سخت پکڑ میں لے لیا۔پس وہ حیران وششدر اور آئندہ کے لیے بالکل ناامید ہو کر رہ گئے۔''

بہرحال موصوف اپنے مجموعہ خرافات جسے وہ ماہنامہ......کا نام دیتے ہیں کے شمارہ ستمبر 2013 میں سلطان محمود بشیر سابق ڈائریکٹر جنرل اٹامک انرجی کمیشن پاکستان کی کتاب ''ماوریٰ'' سے اپنے دفاع میں بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔شاید پوری کتاب ہی قسط وار لوگوں کے ذہن میں اتارنے کا ارادہ ہے نیز کتاب کا نام ''ماورا'' ہونا چاہیے تھا۔ ۔بہرحال نومبر 2013 کے شمارہ میں تیسری قسط بعنوان ''علامہ لاہوتی اور روحانیت پر اعتراض کرنے والے ضرور پڑھیں'' کے ساتھ درج ذیل نوٹ بھی لگایا گیا ہے۔

''سائنس روحانیت سے کیا کام لے رہی ہے؟ ہم ابھی تک اعتراض اور مذاق کے دائرے سے باہر نہیں نکلے۔زیر نظر تحقیق موصوف نے سالہا سال کی محنت کے بعد کی ہے۔امید ہے قارئین توجہ اور ذوق سے پڑھیں گے۔ اعتراض کی عینک اور مذاق کے الفاظ شاید ہٹ جائیں۔''

مذکورہ نوٹ یہ ثابت کر رہا ہے کہ نہ تو موصوف کو تصوف سے کوئی مس ہے اور نہ ہی مؤلف مذکور روحانیت کو جانتے

ہیں۔موصوف روحانیت کوسائنس کے تابع کئے بیٹھے ہیں اور مؤلف بے چارے ایک عیسائی کی خرافات کوتحقیق کے نام سے بیان ہی نہیں کر رہے بلکہ موصوف کی طرح اس پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔اقتباس ملاحظہ ہوں:۔

’’کرنل ڈیون جوسوڈان میں1899ء میں ڈیوٹی کر رہا تھا۔اس کے پاس بیرونی دنیا سے رابطہ کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ایک اخبار دو ہفتے پرانا ملتا۔اس نے محسوس کیا کہ حالت خواب میں وہ گردوپیش میں ہونے والے واقعات کودیکھ لیتا ہے۔............روح کے بارے میں لکھتا ہے کہ انسان نفس ہے اور وقت کے مستقبل میں جا کر وہاں کے واقعات کو نہ صرف دیکھ سکتا ہے بلکہ ان کا رخ موڑنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔موت اس نفس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ....انسان کی روح کے اندر وہ طاقت ہے جسکی مدد سے وہ مستقبل میں جا کر وہاں پیش آنے والے واقعات کو بدل دینے کی صلاحیت رکھتا ہے‘‘۔

اس تکوینی نظام میں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو وقت سے پہلے کچھ آثار دکھا دیں یا بتلا دیں تو کون روک سکتا ہے؟۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ ریاضت کے ذریعہ مستقبل کے واقعات کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے، ماسوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔رہی موصوف کی روحانیت اور علمیت وہ ان کی تحریروں سے خود عیاں ہے۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی ☆☆☆ یہ امت روایات میں کھوگئی

اگر مستقبل میں جا کر اسے تبدیل کرنے سے مراد چھٹی حس ہے، کہ آپ کو کوئی خطرہ محسوس ہوا اور آپ چوکنے ہو گئے یا وہاں سے ہٹ گئے اور حادثہ سے بچ گئے تو یہ مستقبل کے واقعات کا رخ موڑنا نہیں۔یہ خطرہ کا احساس ہونے پر احتیاطی تدبیر اختیار کرنا ہے نہ کہ تقدیر تبدیل کرنا، ایسی جہالت کا کیا جواب دیا جائے؟۔اگر موصوف بضد ہیں تو پاکستان کی تاریخ کے سیاہ ترین واقعہ ’’لال مسجد اور جامعہ حفصہ‘‘ کے انہدام اور معصوم ومظلوم جانوں کی شہادت ،(جن پر ہر آنکھ اشک بار ہوئی، پتھر دل بھی رو دیا) ان کی جلی ہوئی لاشوں اور قرآن کے جلے ہوئے اوراق کو گندے نالے میں بے حسی سے پھینکنے کے وقت موصوف کی روحانی طاقتیں کہاں پرواز کر گئی تھیں؟۔موصوف کے مستقبل بینی کے رڈار میں یہ واقعات کیوں دھندلا گئے؟۔موصوف کے جنات سے پیدائشی دوستی کے دعوے کیا ہوئے؟۔ان کے لاکھوں بونے جنات نے لال مسجد والوں کی مدد کیوں نہ کی؟۔ایسے جھوٹے شخص سے پوچھا جائے کہ ہر سال پاکستان میں محرم الحرام میں فرقہ وارانہ فسادات میں جانی ومالی نقصان ہوتا ہے۔اس سال 15-11-2013 کو عاشورہ کے موقع پر سانحہ راولپنڈی کی اطلاع ان کی مستقبل بینی کے ذریعہ کیوں نہ ہوئی؟۔ موصوف 11 ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر نیویارک کے حادثے کی پیشگی اطلاع دے کر افغانستان میں کارپٹ بمباری اور امریکا کے وہاں داخلے کے جواز کو ختم کر سکتے تھے۔سونامی طوفان کی پہلے اطلاع ہو جاتی تو دنیا شدید نقصان سے بچ جاتی۔اور کچھ نہیں تو ملک وقوم کی محبت میں ڈرون حملوں کی پیشگی اطلاع پر عوام کو وہاں سے منتقل کیا جا سکتا ہے۔

موصوف تو ذہنی مریض ہیں ہی لیکن عوام کس رخ پر چل پڑے؟

موصوف کے ماہنامہ میں ان کے روحانی عطر کا اشتہار بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔آج تک لوگوں کو غسل واجب اور غسل تبرید کا ہی معلوم تھا۔ بہت ہوا تو مردہ کے غسل کا طریقہ پوچھ لیا جاتا تھا۔اس اشتہار کے بعد روحانی غسل کے فرائض وواجبات اور مستحبات پر بھی کتابیں لکھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ مسائل دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملیں گے اور نہ ہی کوئی عالم اور فقیہہ ان کی تشریح کر سکے گا۔ یہ اصطلاح چونکہ موصوف کے مالیخولیا زدہ ذہن کی پیداوار ہے اس لئے اس موضوع پر ان کی تصنیف کا انتظار فرمائیے۔



روحانی عطر (اشتہار)

روحانی عطر لگانے والے کو دنیا میں عزت ملے گی۔ ذکر میں دھیان ہوگا۔نماز میں خشوع وخضوع ہوگا۔شیاطین جنات سے محفوظ رہے گا،نیک جنات روحانی عطر لگانے والے کی حفاظت کرتے ہیں،عطر لگانے والے کے لئے نیک صالح جنات دعا کرتے ہیں۔روحانی عطر کو روحانی طاقت حاصل ہے،حضرت......صاحب کا خصوصی اسم اعظم کا دم کیا ہوا ہے۔ بہت سے موذی امراض کا علاج ہے،لیکن یقین کامل ہو،جس جس نے روحانی عطر استعمال کیا اس کو بیماریوں سے شفاء ملی ہے،بے سکونوں کو سکون ملا،روحانی عطر،روحانی مشکلات کے علاوہ جسمانی امراض کو بھی فائدہ دیتا ہے۔..........روحانی غسل کر کے روحانی عطر ضرور لگایا کریں اور روحانی عطر برکت والی تھیلی پر لگانے سے برکت کے دروازے کھلتے ہیں..........جنہوں نے بھی اس روحانی عطر کو استعمال کیا با کمال بن گئے،وظائف میں دل لگا،پرہیزگاری کی زندگی آئی،دل معطر ہوا،روحانی طاقت آئی،سکون ملا۔رزق کی برکت کا راز روحانی عطر میں،صرف اشارہ کافی ہے۔(ریشمی تھیلی کے ساتھ قیمت......روپے علاوہ ڈاک خرچ)

دنیا میں عزت تو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے ہی مل سکتی ہے۔لیکن موصوف کا دعویٰ ہے کہ ان سے خریدا ہوا عطر دنیا میں عزت دلوائے گا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تعوذ،معوذتین،(منزل وغیرہ) اور دیگر ماثورہ دعائیں شیاطین اور جنات سے محفوظ کرتی ہیں۔لیکن موصوف اپنے روحانی عطر کو فروخت کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اہمیت کم کرنے کی سعی لاحاصل میں مشغول ہیں۔ پاکستان کی وزارت صحت کو چاہیے کہ یہ عطر خرید کر ہر ہسپتال میں رکھ دیں،کروڑوں روپے کا ماہانہ فنڈ جو ادویات کی خریداری پر خرچ ہوتا ہے ملک کی بہتری میں کہیں اور استعمال کر لیا جائے۔ ہمارے ملک کا بلین کے حساب سے روپیہ زرمبادلہ کی صورت میں غیر ملکی کمپنیاں لے جاتی ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے ہر شہری کو پابند کیا جائے کہ وہ ادویات کی بجائے صرف روحانی عطر ہی استعمال کرے۔ نہ کسی سستے یا مہنگے ٹیسٹ کی ضرورت،نہ ہی کسی ڈاکٹر کی محتاجی۔نفسیاتی مسائل ہیں تو

عطر لگائیں اور بغیر سکون آور ادویات (Tranquilize) کے سکون حاصل کریں۔ نماز میں سُستی ہے یا عبادت میں دل نہیں لگتا، گناہوں کی زندگی گزار رہے ہیں یا با کمال بننا چاہتے ہیں، عطر کا ایک "متنبہ" لگائیے اور آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جایئے۔ نئے الیکشن قریب ہیں اور ملک میں بیروزگاری کی وجہ سے اکثر عوام پریشان ہیں۔ اگر کسی سمجھدار سیاستدان کی نظر سے ہماری یہ تحریر گزرے تو انتخابی مہم میں روحانی عطر کی شیشیاں تقسیم کر کے الیکشن جیت سکتا ہے، اشارہ کافی ہے۔

ع: حقیقت خرافات میں کھوگئی۔

موصوف اپنے ماہنامہ شمارہ ستمبر 2012 ء کے صفحہ 38 پر لکھتے ہیں کہ ان کا یہ (فضول اور عقائد خراب کرنے والا، از مؤلف) ماہنامہ جنات بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن اس میں جناتی زبان میں کوئی مضمون نظر نہیں آتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جنات کے لیے دوسرا ایڈیشن شائع کرتے ہوں۔ موصوف اسی مضمون میں اپنی فضولیات کو مہمیز دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ قلعہ (شاہی قلعہ لاہور) بناتے ہوئے جنات نے خواب میں کہا کہ اس جگہ مسجد بناؤ چنانچہ بادشاہ نے ہمارے اشارے سے یہاں (موتی) مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ ایسی نادر تحقیقات پر موصوف کو ڈائریکٹر آثار قدیمہ لگا دینا چاہیے۔

موصوف آگے لکھتے ہیں کہ "رمضان میں اس مسجد میں مُصلی ہوتا ہے، لاکھوں جنات موجود ہوتے ہیں۔ قارئین میں ان کی بات سن رہا تھا تو مجھے یاد آیا کہ چند سال پہلے میں رمضان میں ختم قرآن کی دعا کے لئے گیا تھا۔ ختم قرآن 23 کی رات کو ہوا تو مجھے بونے جنات نے بلایا تھا اور میں ان کی دعا کے لئے گیا تھا............ختم قرآن کے بعد میں نے مختصر سی تقریباً آدھ پون گھنٹہ کی تقریر کی۔ اس مختصر سی تقریر میں جن معارف کو کھولا ان میں ایک چیز خاص طور پر یہ تھی کہ اللہ پاک نے زندگی ایک دی ہے پھر نہیں ملے گی............وہ سب یہ بات سن کر حیران رہ گئے کہ جب میں نے ایک بات کہی کہ جب انسان **اذا الشمس کورت**............یہ آیتیں پڑھتا ہے تو اللہ کی رحمتیں اتنی متوجہ ہوتی ہیں............جب میں نے یہ آیات بتائیں تو ایک جن نے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا، بہت دیر کے بعد اس کو ہوش آیا اس دوران مین نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ ہوش میں آنے کے بعد میرے قدموں میں گر گیا اور لوٹنے پوٹنے لگا۔ میں نے اس کو تھپکی دی اس کے بعد وہ میرے ہاتھ چومنے لگا اور زور زور سے رونے لگا اور کہنے لگا کہ آپ نے میری ایک مشکل حل کر دی۔ میں نے کہا کیسے؟ کہا کہ میں اہرام مصر میں صحرا گردی کر رہا تھا وہاں میں نے غیب سے ایک قبر سے آواز سنی کہ وہ آیات جن میں اللہ نے قسم اٹھائی ہے وہ آیات حل المشکلات کے لئے آخری اور پُر تاثیر ہیں۔ اس دن سے لے کر آج تک میں اس بات کا متلاشی رہا کہ مجھے اس کا وجود اور ثبوت کیسے ملے گا؟ تو آج مجھے آپ سے یہ بات ملی"۔

موصوف اس بات سے ہی ناواقف ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے احوال بیان کیے ہیں نہ کہ قسم اٹھائی ہے۔موصوف نے انٹرنیٹ پر ایسی ہی قلمی خرافات کے علاوہ تقاریر، بیان اور درس بھی up load کیے ہیں اگر جنات میں کیے گئے بیانات اور درس بھی وہاں up load کر دیئے جائیں تو جنات کے علاوہ انسانوں کو بھی وہ معارف معلوم ہو جائیں جو وہ جنات کی مجالس میں کھولتے ہیں۔موصوف نے بے ہوش ہونے والے جن کو اہرام مصر میں صحرا گردی کروادی۔گدھ پر بیٹھ کر جنات کے ساتھ دنیا میں چکر لگاتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ اہرام مصر، جیزہ کے علاقے میں واقع ہیں اور یہ اب گنجان شہر ہے یہاں صحرا کہاں؟۔

ادارے اپنی مطبوعات کی تشہیر اور فروخت کے لئے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔چنانچہ موصوف نے اپنے ماہنامہ کے دو صفحات ایسے خطوط کے لئے وقف کئے ہیں جو اس مقصد کو پورا کریں۔مثلاً: 302 کا مقدمہ درس میں آنے کی وجہ سے حل ہو گیا۔رسالہ تقسیم کرنے سے مشکلات ختم ہو گئیں۔وغیرہ۔

اگر کسی صاحب کو خط لکھنے والے حضرات کی تلاش ہو تو NADRA نادرا سے رجوع فرمائیں۔نیز موصوف کو چاہیے کہ سپریم کورٹ میں اپنی ایک فرنچائز کھول لیں۔تاکہ سفید پوش حضرات، جو وکیل کی فیس ادا کرنے سے قاصر ہیں وہ ان کے فری پیکجز سے مستفید ہو سکیں۔

موصوف اپنے ماہنامہ شمارہ اگست 2012ء کے صفحہ 39 پر لکھتے ہیں کہ ''جی چاہتا ہے کچھ باتیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی کرلوں.......... دیکھا تو ایک خضر صورت درویش بیٹھے ہیں، مصافحہ ہوا۔میں نے پوچھا آپ؟ فرمانے لگے لوگ مجھے خضر (علیہ السلام) کہتے ہیں۔یہ ان سے میری سب سے پہلی ملاقات تھی۔میں سمجھتا ہوں یہ اس کی برکات ہیں۔اس کی برکات تو مجھے بہت ملیں وہ پھر کبھی عرض کروں گا، لیکن اس کی ایک برکت یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی کی ملاقات کے بارے میں کہیں ذکر نہیں آتا۔فقہاء ان کی حیات کے قائل نہیں۔فتاویٰ میں تصریح موجود ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ نہیں۔غالباً موصوف کو شب کوری کا مرض بھی ہے۔ابھی تو خضر علیہ السلام کی ملاقات کی روداد ہی پیش کی ہے۔اگر اس افسانے کو پذیرائی ملی تو شاید مزید بزرگوں سے ملاقات بھی کرنی پڑے گی۔تقدیس کا ہالہ اس لیے اوڑھا ہے تاکہ عیب چھپ جائیں۔تقدیس وہ ہے جس کی اہل تقدس تائید کریں۔نامعلوم کسے خضر سمجھ بیٹھے ہیں ؎

رات کے ذکر سے آجاتا ہے زلفوں کا خیال ☆☆☆ بات سے بات بہر حال نکل آتی ہے

موصوف کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ معروف بزرگوں کی مجالس میں کبھی کبھی چلے جاتے ہیں اور وہاں نمایاں ہونے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ایسے ہی حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے ہاں

بھی آنا ہوتا تھا۔ بعض حضرات نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب نہ تو ذاتیات کو نشانہ بنانے کے لئے لکھی گئی ہے اور نہ ہی کسی کے عیوب کی پردہ دری مقصود ہے۔ لیکن جہاں لوگوں کو بڑی بڑی شخصیات کی ملاقاتوں سے مرعوب کرتے ہوئے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل درکار ہو تو وہاں اصل صورت حال کی وضاحت سادہ دل لوگوں کے سامنے پیش کرنا برا نہیں۔ موصوف رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق دسمبر 2000ء میں حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے گھر کریم پارک راوی روڈ لاہور کے مہمان خانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ مہمان خانہ حضرت نے بیرونی دروازہ کے ساتھ پہلی منزل پر بنایا ہوا تھا۔ کچھ اور بھی مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ موصوف اس ماہ مبارک میں کسی ناشائستہ حرکت میں مشغول نظر میں آگئے۔ حضرت نے ایک خادم کو حکم دیا کہ موصوف کو گھر سے رخصت کردو۔ اس واقعہ کے گواہ اب بھی موجود ہیں۔